REGD No P 67

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۶۳ء (بوقت ۸½ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ کل دن بھر حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی البتہ دو مرتبہ کچھ دیر کے لئے بے چینی کی تکلیف ہو گئی۔ رات نیند آگئی۔ اس وقت طبیعت اچھی ہے
احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔ کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔
آمین۔

قادیان ۲۴ر ستمبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں
الحمد للہ!

تعلیم اسلام کا مقصود واقعی بلندیٔ کردار، حسن عمل اور طہارت نفس ہے

(اور)

احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس نے صحیح معنے میں اس مقصد عظیم کو سمجھا اور اسے اجتماعی حیثیت بخشی

علامہ نیاز فتحپوری کے تاثرات

مرسلہ محترم ناظم صاحب تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ۔ کراچی

مورخہ ۳۰ر اگست کو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے زیر اہتمام "فضل عمر پبلک لائبریری مارٹن روڈ" کی افتتاحیہ رسم ادا کی گئی۔ اس موقعہ پر علامہ نیاز فتحپوری نے جو قابل قدر خطاب فرمایا اس میں بڑے زور دار الفاظ میں ایک بار پھر نہایت واضح اور پُر اثر انداز میں جماعت احمدیہ کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم کے ساتھ اس کے عمل و کردار کی پختگی اور مفاد عامہ کی خاطر اس کی بے لوث خدمات کا تذکرہ فرمایا جسے احباب کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

فضل عمر پبلک لائبریری مارٹن روڈ کراچی کی رسم افتتاح کے موقعہ پر علامہ نیاز فتحپوری نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

عزیزو دوستو!

اس سے قبل کہ رسمی باتیں شروع ہوں مجھے اجازت دیجئے کہ اپنے بعض وہ تاثرات پیش کروں جن کا تعلق معلوم نہیں میرے احساس کمتری سے ہے یا آپ حضرات کے غیر معمولی حسن اخلاق سے ــــ ہو سکتا ہے کہ دونوں سے ہو!

باور کیجئے کہ مجھے جب کبھی آپ حضرات کی معیت کا اتفاق ہوا ہے میں نے ہمیشہ یہی محسوس کیا ہے کہ میں اس دنیا سے ہٹ کر کسی اور فضا میں سانس لے رہا ہوں۔ جہاں اولین احساس بے شک خوش دلی کا ہوتا ہے اور اس کے بعد اپنی ناداری کا ــــ خوش دلی آپ حضرات کے خلوص و صداقت کی اور محرومی اپنی نااہلی اور نارسائی کی! سچ پوچھئے تو اس وقت بھی میں اسی جذبے سے دوچار ہوں جس کو اگر میں ظاہر نہ کرتا تو شاید میرے دل کی گھٹن دور نہ ہوتی۔

احمدی تحریک کا ذکر تو میں عرصے سے سنتا چلا آ رہا تھا لیکن خود اس پر غور و فکر کرنے کا موقع حال ہی میں ملا۔ اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر تعلیم اسلام کا مقصود واقعی بلندی کردار، حسن عمل اور طہارت نفس ہے (جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا) تو اس وقت فی الحال "احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس نے صحیح معنے میں اس مقصد عظیم کو سمجھا اور اسے اجتماعی حیثیت بخشی۔ میں شعائر مذہبی کی افادیت کا قائل ہوں لیکن صرف اس معنی میں کہ وہ ذریعہ و واسطہ ہیں صحیح اخلاق انسانی کی تعمیر کا۔ لیکن اگر وہ ہمارے اندر پاکیزگی نفس اور علو کردار پیدا نہ کر سکیں تو پھر سے نزدیک وہ بت پرستی ہی کی دوسری صورت ہے والله حدیرا من قالی۔

یارب رسل حالا بشہ طوفان رسیدہ باد
بہت خانہ کرد خانقہش نام کردہ اند

پھر اگر اس کے ساتھ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھا جائے کہ مذہب کا مقصود محض انفرادی اصلاح نہیں بلکہ اس کا نقطۂ نظر اجتماعی اصلاح پورے جامعۂ بشری کی اصلاح ہے تو پھر تمام مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ارتقاء انسانی کا یہ بلند نظریہ پیش کیا۔ اور اس کو بروئے کار لانے کے لئے عقائد کو یکسر عمل میں تبدیل کر دیا

دنیا کے تمام مذاہب مخصوص قبیلوں یا قوموں کیلئے تھے لیکن اسلام کا خطاب تمام عالم انسانی سے تھا۔ معمورۂ دنیا کی پوری ہیئت اجتماعی سے تھا اور اسی بنا پر اس نے "اکمل ادیان عالم" ہونے کا دعوے کیا۔ الغرض یہ تھا اصل مفہوم و مقصود اسلام کا جو افسوس ہے کہ عہد سعادت و عہد خلفاء راشدین کے بعد رفتہ رفتہ فراموش ہو گیا اور مسلمان بجائے اس کے کہ وہ دوسروں کو اصلاح و اجتماع کی دعوت دیتے خود انتشار و افتراق کا شکار ہو گئے کہ مذہب نام رہ گیا صرف رد ایاتی کا

یہ حالت صدیوں تک جاری رہی یہاں تک کہ اسلام کو مرد بیمار سمجھ کر چاروں طرف سے اس پر حملے ہونے لگے اور اس کی کس مپرسی انتہا کو پہنچ گئی ــــ یہی وہ وقت تھا اور یہی فضا تھی۔ ہندوستان کی۔ جب ایک مرد عمل سرزمین قادیان سے اٹھا اور اس نے تن تنہا تمام مخالف طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ مدہم تو ہو سکتا ہے لیکن اسے بجھایا نہیں جا سکتا۔ ولو کرہ المشرکون۔

اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو کس حیثیت سے پیش کیا یا یہ کہ اپنے آپ کو کیا سمجھا اور کیا سمجھایا بلکہ صرف یہ کہ کیا کیا یا کیا کر دکھایا اور کیونکر ایسی مضبوط اور باعمل جماعت قائم کر دی جس کی بے پناہ عملی قوت کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی ہے۔

وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

احمدی جماعت کے قیام کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ تاہم اتنا زمانہ یقیناً گزر چکا ہے کہ اگر یہ تحریک بے جان ہوتی۔ اور اس کی بنیاد کمزور ہوتی۔ تو دوسری جماعتوں کی طرح یہ بھی ختم ہو چکی ہوتی۔ لیکن جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس کی استقامت عزم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ استقامت کسی جماعت میں اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کا بانی و مؤسس خود بڑا مخلص انسان ہو۔

کیست کو کوشش فرہاد نشاں باز دہد
مگر آں نقش کہ از تیشہ بہ خارا ماند

جماعت احمدی کا دائرۂ عمل جس حد تک وسیع ہو چکا ہے اس کی تفصیل کا موقع ہے نہ ضرورت۔ لیکن اس وقت یہ ظاہر کر دینا غالباً نامناسب نہ ہوگا کہ اس کا نصب العین صرف قرآن اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ تعلیمات اسلام اخلاق اسلام اور غائت ظہور اسلام کی عملی مثالیں بھی قائم کرنا ہے یعنی وہ صرف یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو جاتے کہ اخلاق بلند کرو۔ بلکہ اپنے کردار و عمل سے بھی اس تعلیم کی برکات کا ثبوت دیتے ہیں۔ اتنا صاف، روشن اور واضح ثبوت جس سے عقلی گریز ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ اگر تحریک احمدیت کے آغاز سے اس وقت تک کی ان تمام خدمات کا جائزہ لیں جو اس نے خالص اخلاقی نقطۂ نظر سے مفاد عامہ کیلئے انجام دی ہیں تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ انہوں نے مدارس قائم کئے شفا خانے تعمیر کرائے، انہوں نے بلا تفریق مذہب و ملت طلبہ کے وظائف مقرر کئے۔ غربا و مساکین کا مفت علاج کیا۔ یتامیٰ کی کفالت کی (باقی صفحہ ۱۲ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ماما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ ــــ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۳ء

فردوس کے دریچے سے

یہ کون اس عالم گذراں سے گذر گیا کہ عالم احمدیت افسردہ و مغموم ہے۔ یہ کون اس بزم علم و ادب سے اُٹھ گیا کہ فضاؤں میں اُداسیاں تیر رہی ہیں۔ یہ کس کی مفارقت دائمی نے آج مومنین کے قلوب کو لا انتہا غم و ہم کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ کون دلنواز محبوب چلا گیا کہ لاکھوں محبتوں کی ایک عظیم جماعت حیطۂ رنج و الم میں محبوس ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ مشرق میں کیسا شور و فغاں ہے یہ مغرب میں کیسا نوحہ و فغاں ہے۔ وہ کون گلعذار تھا جس کے جانے سے چمنِ احمد کی بہاریں خزاؤں میں بدل گئیں۔!

یہ کون لوگ ہیں جو پژمردہ اور افسردہ چہروں کے ساتھ یہاں جمع ہو رہے ہیں۔ قافلہ در قافلہ - طائفہ در طائفہ - کاروان در کاروان۔ کیا کوئی صور اسرافیل پھونکا جا چکا ہے کہ یہ میدان حشر کے میدان بن رہے ہیں۔ یہ کیسے اجتماعات ہیں کہ ان پر ایک مرگ آسا سکوت طاری ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں اشکبار کیوں ہیں۔ اُنہوں نے اپنے سینوں پہ ہاتھ کیوں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ جذبات کو روکتے ہوئے رُندھے ہوئے گلوں کے ساتھ زیر لب انا للہ و انا الیہ راجعون کی مدھم، بے آواز آوازیں کیسی ہیں۔!

مجمع میں سے ایک عالم نے کہا آج ہم میں سے ایک ایسا شخص اُٹھ گیا کہ اس سے ہم اکتساب علم کرتے تھے۔ ہم نے حصول علم میں عمریں گنوائی تھیں لیکن وہ علم جس میں حکمت و عرفان کی چاشنی تھی، وہ ہمیں اسی محبوب سے حاصل ہوا کرتا تھا۔ ہمارے علم کے دیئے اس چودھویں کے چاند کے سامنے ماند پڑ جایا کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے بیٹھ کر ہم یوں محسوس کیا کرتے تھے کہ ہم محض طفل مکتب ہیں۔ علم و عرفان کی ایک شمع تھی جو آج خاموش ہو گئی ہے۔

ایک مبلغ نے اپنے آنسو اپنے دامن دستار میں سمیٹتے ہوئے کہا ہم خدا کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے میدان تبلیغ کے شہسوار ہیں۔ ہم نے خلوص و وفا کے ساتھ اس میدان میں سالہا سال سے جہاد شروع کر رکھا ہے۔ لیکن وہ نکات جو اس میدان میں فتح و کامرانی سے قریب کر دیتے ہیں، وہ ہم اسی عظیم رہنما سے سیکھا کرتے تھے۔ جو آج ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ وہ ایک شفیق ماں تھی جسے بے رحم موت نے نگل لیا اور آج ہم یتیم ہو کر رہ گئے ہیں۔

ایک مربی آنسوؤں کی جھڑیاں لگاتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ آگے بڑھا اور اس نے کہا تربیت جماعت اور تربیت اولاد کے گُر سکھلانے والا ہمارا مربی در مربی کہ آج ہمیں بے سہارا چھوڑ کر عالم جاودانی کو چلا گیا ہے آج ربوہ کی گلیوں میں سونا پن آ گیا ہے۔ کاش! ایسا نہ ہوتا۔ کاش! موت اپنا وار کرنے سے پہلے ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی۔!

موت فاتحانہ انداز میں مسکرائی
زندگی پہ یاس اور حسرت چھا گئی

وجود عالم پر ایک لرزہ طاری ہو گیا۔ کیونکہ نور الٰہی سے منور اور تجلیات یزدانی سے پُر ایک روح سینۂ فطرت میں سما چکی تھی۔

تب ایک نحیف و نزار بڑھیا اپنے بڑھاپے کی لاٹھی کے سہارے گھسٹتی ہوئی ہجوم میں سے باہر نکلی اور اس نے کہا وہ ہم بے سہاراؤں کا سہارا تھا۔ جس نے ہمارے اور ہمارے یتیم بچوں کے بوجھ بانٹ رکھے تھے۔ خدا تو بے شک زندہ ہے۔ لیکن اس کا پیدا کیا ہوا سہارا ہم سے چھن گیا ہے۔ اب ہم کیا کریں گے۔ وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن ضعف و کرب نے اسے خاموش کرا دیا۔

ایک مصنف نے آگے بڑھ کر کہا آج جماعت کے تمام افراد ہماری تصانیف کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ وہ ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے احمدیت اور اسلام کی خدمت کی ہے۔ خدمت تو بجا ہے لیکن کیا یہ بھی کوئی جانتا ہے کہ یہ سلیقہ ہم نے کس سے سیکھا کس کی طویل صحبتوں نے ہمارے اندر یہ ذوق پیدا کیا۔ کس نے ہمیں قلم پکڑنا سکھایا۔ وہ وہی تھا جو آج پردہ کے اس پار چلا گیا اور ہمیں سوگوار چھوڑ گیا۔

ایک مورخ اسلام نے کہا ہم کیا اور ہمارا اتنا فہم علم تاریخ کیا۔ یہ سب کچھ تو اسی کے فیضان سے تھا جس کی جُدائی نے آج ہمارے سینوں کو داغ داغ کر دیا ہے۔ ہمارے اندر یہ ملکہ کہاں سے آتا اگر ہم اس عظیم استاد سے تاریخ کی ابجد نہ سیکھتے۔ ہم تو اسی متلاطم بحر کے قطرے ہیں جو آج ساکن ہو گیا۔

یک لخت کچھ چیخیں بلند ہوئیں اور ایک شور محشر بپا ہو گیا۔ سارے مجمع نے یک زبان ہو کر کہا

اے قمر الانبیاء! تو ہمیں ان مشکلات اور ظلمتوں کے وقت میں کیوں چھوڑے جا رہا ہے۔ اس قافلے کی رہنمائی اب کون کرے گا۔ تیرے کاروان کے صحتیاب ہونے کا انتظار کیا ہوتا۔ تیری سی قیادت اب کون کرے گا۔ تیری سی سیادت اب کس سے ہوگی تجھ سا ہمدرد و غمخوار ہم کہاں پائیں گے تجھ سا مربی، تجھ سا رہنما، تجھ سا شفیق باپ ان تاریک ایام میں ہم کہاں سے تلاش کریں گے

ہاتف سے آواز آئی

"حدِّ ادب"

مجمع خاموش ہو گیا۔ سسکیاں ہونٹوں میں بھینچ گئیں۔ ہچکیاں گلوں میں پھنس گئیں۔ آہیں سینوں کے اندر ہی مر گئیں۔ ایک سناٹا تھا۔ گہرا سناٹا۔ ایک سکوت تھا مرگ آسا!

ایک شخص مجمع میں سے پکارا وہ دیکھو کیسی گرد اُڑتی اور قریب آتی ہوئی نظر آ رہی ہے مجمع کی توجہ سمٹ کر گرد پر جم گئی۔ گرد قریب ــ اور قریب آتی گئی۔ یہ درویشوں کا قافلہ تھا۔ جو افتاں و خیزاں اپنے محبوب روحانی باپ کی آخری زیارت کے لئے ربوہ پہنچا تھا۔ ان کے اپنے بھی مرے تھے۔ خونی رشتہ دار بھی مرے تھے۔ کفوی قریبی بھی مرے تھے لیکن یہ حقیقت انہیں آج ہی معلوم ہوئی تھی کہ موت کیا کچھ چھین سکتی ہے۔ اس کاروان کا تو سب کچھ قضا و قدر کے کارکنان نے لوٹ لیا تھا۔ یہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے (۱۹۴۷ء) تو اسی شفیق باپ نے ان کے سروں پر ہاتھ رکھا تھا۔ اور بڑے ہی لاڈ اور پیار کے ساتھ ایک روح افزا روحانی تربیت کے ساتھ اُنہیں پروان چڑھایا تھا۔ ان کے دکھ بانٹے تھے۔ ان کو سکھ دیئے تھے ان کی کفالت کی تھی۔ اپنی الفت سے ان کے دلوں سے حقیقی باپوں کی یاد کو محو کر دیا تھا۔ ان کے حال کا خیال رکھا اور مستقبل سے مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ سمجھتے تھے اگر وہ چیخیں مار مار کر روئے وہ باپ کی شفقت اور ماں کی مامتا سے محروم ہو گئے تھے وہ کیوں نہ روتے۔ وہ روئے اور خوب روئے اور وہ مجمع جو ان کے آنے سے پہلے "حدِّ ادب" کی تادیب سے خاموش ہو گیا تھا۔ پھر بلبلا اُٹھا۔

اور پھر سب نے یکبارگی کہا اے ہمارے آسمانی آقا! ع

تیری ہزار برتری تیری ہزار مصلحت

لیکن یہ تو بتا دے کہ اب ہمارے ان بہتے ہوئے آنسوؤں کو کون روکے گا۔ ہم مسیحؑ اسے کیسے منا کر واپس لائیں جو آج ہم سے روٹھ کر جا رہا ہے۔ اور اگر وہ واپس نہیں آ سکتا۔ اور اب یقیناً نہیں آ سکتا تو اے بے آسروں کے سہارے! یہ تو بتا دے کہ آج جبکہ ہمارا پیارا آقا بستر علالت پر ہے ہم کس کے نقشِ قدم پہ سے درس حیات میں علم و فضل کی بساط جو آج ہمیں خالی نظر آ رہی ہے اس کا مداوا کون کرے گا۔!

اے ہمارے آسمانی آقا! ہم تیری رحمتوں اور نصرتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ متیٰ نصر اللہ! تو نے ہمیشہ ہماری مشکلکشائی کی۔ تو مجیب الدعوات ہے تو مسبب الاسباب ہے۔ تیرے ایک "کن" کہنے سے آنسوؤں کے یہ سیلاب رُک سکتے ہیں۔ تو ہی ہمارے دلوں کی تیز دھڑکنوں کو اعتدال پر لا سکتا ہے۔ تو ہی ــ صرف تو ہی ہماری اس بے چینی اور اضطراب کو دور کر سکتا ہے۔ تیرے رحم و کرم سے کیا بعید ہے کہ پلک جھپک سے بھی کم وقت میں ہماری دعاؤں کا جواب دے۔ ان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

تب فردوس کے دریچے میں سے ایک نور مجسم نے جھانک کر کہا۔ مرزا بشیر احمد ہمارا تھا ہم نے لے لیا ہے ــ لیکن ــ کیا اے مجمع کے لاکھوں افراد! کیا تم نے قدم قدم پر ہمارے نشانات کا مشاہدہ نہیں کیا۔؟ کیا ہر سورج اپنے جلو میں ایک بشارت لے کر تم پر طلوع نہیں ہوا۔ کیا تمہارے جیسوں جانگسل ابتلاؤں میں ہم نے تمہارا ہاتھ ہمیشہ بروقت نہیں تھاما۔؟

جاؤ! اور میری رحمت کے منتظر رہو۔ وہ اپنے وقت پر ضرور تمہارے پاس پہنچے گی۔

تم میری قائم کردہ جماعت ہو۔ احمدیت ایک حقیقت ہے۔ اور حقیقت مجھ سے قریب ہے۔ میں اپنے وعدوں کا سچا ہوں۔ جاؤ اور جا کر قرآن کریم کھول کر میرا یہ وعدہ پڑھو انا لننصر رسلنا والذین معہٗ۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے وصال پر تعزیتی قراردادیں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی اندوہناک رحلت پر اندرون ملک سے بہت سی جماعتوں کی طرف سے تعزیتی قراردادیں بغرض اشاعت موصول ہوئی ہیں ان کا بیشتر حصہ سابقہ اشاعتوں میں تفصیلی رنگ میں دیا جا چکا ہے۔ قراردادوں کا سلسلہ تا حال جاری ہے مگر اخبار میں دیگر ضروری مضامین کے باعث زیادہ گنجائش نہ نکل سکنے کی وجہ سے فی الوقت موصول ہونے والی ابھی قراردادوں کو افسوس ہے کہ تفصیلاً سپرد اشاعت نہیں کیا جا سکتا۔ امید ہے کہ احباب جماعت ہمیں معذور فرمائیں گے البتہ ریکارڈ کی خاطر ان جماعتوں کے اسماء ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی مفارقت کے صدمہ کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(۱) منجانب جملہ افراد جماعت احمدیہ کلکتہ بشمول ممبران مجلس انصار اللہ و خدام الاحمدیہ
(۲) جماعت احمدیہ جموں
(۳) جماعت احمدیہ شیموگہ
(۴) جماعت احمدیہ کیتھا (مغربی بنگال)

(ایڈیٹر)

خطبہ جمعہ

جب بھی کوئی نقصان ہو یا ابتلاء آئے تو فوراً خدا تعالیٰ کے سامنے جھکو

اگر تم ایسا کرو گے تو کوئی وقت ایسا نہ آئے گا جب کہ تمہیں خدا تعالیٰ کی مدد حاصل نہ ہو

یہ کامیابی کا عظیم الشان گر ہے اسے یاد رکھو اور قیامت تک یاد رکھتے چلے جاؤ

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۶ء بمقام ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ پڑھی

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔ (البقرہ ع ۲۳)

اس کے بعد فرمایا دنیا میں لوگوں کے اندر

یہ عام احساس پایا جاتا ہے

کہ گویا وہ اکیلے ہیں اور اس دنیا میں ان کا کوئی ساتھی اور دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پیدائش کا سلسلہ ہی ایسا رکھا ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو پچھلی تاریخ اسے بھولی ہوئی ہوتی ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں جانے سے قبل اس کی کیا حالت تھی۔ اور اس حالت سے پہلے اسے کونسی زندگی ملی ہوئی تھی۔ پھر وہ مرتا ہے تو اکیلا ہی قبر میں جاتا ہے اور اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہاں اسے کیسے ساتھی ملیں گے اور اس کا کیا حال ہوگا۔ اس کے رشتہ دار اور عزیز جو اس کی پیدائش کے وقت اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں کہ وہ کہاں سے آیا۔ وہ اس کی موت کے بعد حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ وہ کہاں چلا گیا۔ گویا انسان اس دنیا میں اکیلا ہی آتا ہے اور اکیلا ہی جاتا ہے اور اس کے دل میں

ہمیشہ یہ خلش رہتی ہے

کہ یہ تنہائی دور بھی ہوگی یا نہیں۔ اور پھر دور ہوگی تو کیسے ہوگی۔ آخر وہ چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور پہلے صرف اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اگر اسے کوئی ساتھی مل سکتا ہے تو پھر اس کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہو سکتا ہے اور سمجھتا ہے کہ شاید وہ اللہ تعالیٰ سے یہ تعلق پیدا کرے تو اسے ساتھی مل جائے اور اس کی تنہائی دور ہو جائے۔ پھر جب وہ اس بات پر قائم ہو کر صحیح جدوجہد کرتا ہے تو اسے روشنی نظر آ جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ جو رستہ اس نے اختیار کیا تھا اور سمجھا تھا کہ شاید وہ ہستی جسے خدا کہتے ہیں اس تنہائی میں میری ساتھی بن جائے وہ صحیح نکلا ہے اور واقعہ میں خدا تعالیٰ ہی میرا ساتھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک دفعہ

کشفی حالت میں

دیکھا کہ اپنے بازو پر یہ الفاظ لکھ رہے ہیں کہ "میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے۔" (تذکرہ طبع دوم صفحہ ۱۲۷)

یہ کشف درحقیقت اس آیت کا ہی ترجمہ ہے لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہی نہیں تو اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ کا کیا مطلب ہوا۔ کیونکہ انسان پوچھتا اسی کے متعلق ہے جو اسے نظر آتا ہو۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ کبھی سوال مبہم بھی ہوتا ہے۔ جیسے رات کو کوئی مسافر اندھیرے میں سفر پر جا رہا ہو اور اسے خطرہ محسوس ہو تو وہ آواز دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں ہو تو وہ آئے اور اس کی مدد کرے اور جنگل میں تنہائی اور اندھیرے کی وجہ سے جو گھبراہٹ اس پر طاری ہے وہ دور ہو جائے۔ اسی طرح یہ آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں انسان تنہائی محسوس کرے اور سمجھے کہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ جو غیر مرئی ہے اس کے متعلق وہ کہے کہ اگر کوئی خدا ہے تو وہ آئے اور میری مدد کرے۔ جیسے اندھیرے میں کوئی مسافر گھبرا کر آواز دیتا ہے کہ کیا کوئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ہو تو وہ میری مدد کرے۔ اسی طرح جب انسان گھبرا کر آواز دے کہ کیا کوئی ہے تو

خدا تعالیٰ کہتا ہے

تم میرے اس بندے کو بتا دو کہ میں ہوں اور پھر میں زیادہ دور بھی نہیں بلکہ میں تمہارے قریب ہی ہوں۔ دنیا میں پاس رہنے والا شخص بھی بعض اوقات مدد نہیں کرتا۔ بعض دفعہ تو وہ مدد کا ارادہ ہی نہیں کرتا اور کہتا ہے مرتا ہے تو مرے۔ مجھے اس کی مدد کرنے کی کیا ضرورت ہے اور بعض اوقات وہ اپنے اندر زیادتی کرنے والے کے خلاف مدد کرنے کی طاقت نہیں پاتا۔ جیسے کوئی سیر گاؤں میں آ جاتے اور کسی پر حملہ آور ہو تو دوسرے لوگ بجائے اس کی مدد کرنے کے بھاگ جاتے ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی بندہ گھبرا کر آواز دے اور کہے کہ کوئی ہے تو وہاں

خدا موجود ہوتا ہے

اور وہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے اگرچہ مبہم طور پر آواز دی ہے کہ شاید کوئی موجود ہو تو وہ بول پڑے۔ لیکن میں اس کی مبہم پکار کو بھی اپنی طرف منسوب کر لیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے ہی پکار رہا ہے۔ میں بھول جاتا ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہے خیالی طور پر کہہ رہا ہے۔ میں اس وقت اگر عرش کو چھوڑ دیتا ہوں اور فوراً اس کی مدد کے لئے دوڑ پڑتا ہوں اس لئے اگر کوئی میرے متعلق سوال کرے تو اسے بتا دو کہ میں قریب ہی ہوں دور نہیں۔ بے شک دنیا میں بعض دفعہ کوئی دوسرا شخص قریب بھی ہوتا ہے تو پھر بھی وہ

مدد کرنے کا ارادہ نہیں کرتا

یا اس کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن میں تو ارادہ کر کے بیٹھا ہوں کہ اس کی مدد کروں گا اور پھر میرے اندر اس کی مدد کرنے کی طاقت بھی ہے۔ لیکن اگر میں باوجود قریب کے اس کی آواز سنتا ہوں اور اس کی مدد کے لئے دوڑ پڑتا ہوں تو فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي اسے بھی چاہیے کہ میری آواز کا جواب دے عربی زبان میں

استجاب کے دو معنے

ہوتے ہیں۔ جب یہ لفظ خدا تعالیٰ کے متعلق بولا جاتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں "اس نے دعا قبول کی۔" اور جب یہ انسان کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں "اس نے آواز کا جواب دیا۔" اس آیت میں استجاب کا جو لفظ استعمال ہوا ہے یہ انسان کے متعلق ہے اس لئے اس کے معنے یہ ہیں کہ

میرے بندوں کا بھی فرض

ہے کہ میں انہیں بلاؤں تو وہ بھی آواز دیا کریں باوجود اس کے کہ میں ان کا آقا ہوں اور یہ میرے غلام ہیں۔ یہ پکارتے ہیں تو میں ان کی آواز سنتا ہوں اور دوڑتا ہوں ان کی مدد کے لئے آ جاتا ہوں۔ پس ان کا تو زیادہ فرض ہے کہ اگر میں انہیں آواز دوں تو وہ لبیک کہتے ہوئے میرے پاس آ جائیں اور وہ صرف میری آواز کا ہی جواب نہ دیں۔ بلکہ وہ یقین رکھیں کہ میں ان کی مدد کروں گا۔ گویا فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي کافی نہیں بلکہ وَلْيُؤْمِنُوا بِي کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ جسے دعا کرتے ہوئے یہ یقین نہیں ہوتا کہ کوئی خدا ہے اور وہ اس کی مدد کرے گا تو وہ دعا اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ اگر اسے خدا تعالیٰ کی مدد کا یقین ہی نہیں تو وہ اس کی مدد کیوں کرے گا۔

احادیث میں آتا ہے

کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي کہ اگر انسان میرے متعلق یہ یقین رکھتا ہے

کہ میں اس کی مدد کروں گا تو میں اس کی مدد کرتا ہوں اور اگر وہ میرے متعلق تذبذب میں مبتلا ہے اور اسے یہ یقین نہیں کہ میں اس کی مدد کروں گا تو میں اس کی مدد نہیں کرتا۔ پس خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر میرا کوئی بندہ مجھے بلاتا ہے تو اسے کہدو کہ میں اس کے قریب ہوں لیکن ضرورت ہے کہ میں بھی جب اسے بلاؤں تو وہ دوڑتے ہوئے میری آواز کی طرف آئے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ تو ہر انسان سے نہیں بولتا۔ وہ اپنے رسولوں کے ذریعے ہی بولتا ہے اس لئے۔

اس آیت کا یہ مطلب ہوا

کہ جب میں اپنا کوئی رسول بھیجوں تو تمہارا بھی فرض ہے کہ اس رسول پر ایمان لاؤ۔ اس کی مدد کرو اور میرے بھیجے ہوئے دین کی اشاعت کرو۔ اگر تم میری آواز کو سنو گے اور اس کا جواب دو گے اور پھر یقین رکھو گے کہ میں تمہاری مدد کروں گا تو میں یقیناً تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں اکیلا اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا۔ غرض

یہ ایک عظیم الشان گر ہے

جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے لیکن مسلمان بدقسمتی سے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ ضلع کا ڈپٹی کمشنر اس پر مہربان ہے تو وہ اس کی دہلیز گھسا دیتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اسے اپنی طرف بلاتا ہے تو وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ ادھر ادھر جاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے فلاں کے پاس میری سفارش کر دو۔ کبھی کہتا ہے فلاں کے پاس میری امداد کے لئے درخواست کر دو۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ مجھے جو بھی پکارتا ہے اجیب دعوۃ الداع اذا دعان میں اس کی پکار کو سنتا ہوں اور اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ پکار کسی مقرب کی نہیں ہوتی بلکہ ایک مضطرب کی ہوتی ہے یعنی ایسے شخص کی پکار ہوتی ہے جو گھبرا جاتا ہے۔ جب کہ دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ کہ جو شخص مضطر ہوتا ہے اور وہ گھبرا کر پکارتا ہے تو کون [illegible] جواب دیتا ہے حالانکہ خدا اسے نظر نہیں آ رہا ہوتا اور وہ مبہم طور پر پکار رہا ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ پھر بھی خیال کر لیتا ہے کہ وہ مجھے پکار رہا ہے اور وہ فرضی بات کو حقیقی سمجھ لیتا ہے اور اس کی مدد کرنے لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کامیابی کے لئے

ایک بڑا رستہ کھول دیا ہے

لیکن بدقسمتی سے مسلمان اس طرف توجہ نہیں کرتے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ ان کے بالکل قریب ہے اور ان کی مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔ وہ خود کہتا ہے انی قریب میں ہر پکارنے والے کے قریب ہوں۔ یہ بالکل وہی الفاظ ہیں جو ۱۹۵۳ء کے فسادات کے موقعہ پر میں نے کہے تھے کہ تم مت گھبراؤ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا میری مدد کے لئے آ رہا ہے نہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ دوڑتا چلا آ رہا ہے۔ اور پھر یہی ہوا کہ عین اس وقت مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور گھنٹوں میں وہ فساد ختم ہو گیا پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اس طرح مدد کرتا ہے کہ دوڑ کر اس کے پاس آتا ہے اگر کوئی شخص کسی کو مدد کے لئے پکارے اور وہ تین چار فرلانگ کے فاصلہ پر ہو تو بعض اوقات اس کے آتے آتے پکارنے والا مر سکتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر پکارنے والے کے قریب ہوں فاصلہ پر نہیں اگر کوئی مجھے پکارے گا تو میں فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی گود میں اٹھا لوں گا۔ دیر کا سوال ہی نہیں ہو گا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس قیمتی نسخہ کو چھوڑ دیا ہے جو ان کی بدقسمتی کی علامت ہے

دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے

کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر انسان کے قریب ہوں اور یہ کہ میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں اور جس کے قریب خدا تعالیٰ ہو وہ اکیلا نہیں ہو سکتا۔ بے شک حضرت مسیح موعودؑ نے کشفی حالت میں اپنے بازو پر یہ تحریر فرمایا کہ "میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے" مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اکیلے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی نظروں میں تو میں اکیلا ہوں لیکن حقیقۃً خدا میرے ساتھ ہے اگر خدا کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص اپنے آپ کو اکیلا کہتا ہے تو اس کی مثال اس بیوقوف کی سی ہوگی جو اپنے باپ کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ رستہ میں ڈاکہ پڑا اور چور ان کا مال لوٹ کر لے گئے۔ جب کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا تو اس نے کہا کہ چور تو ساٹھ ستر تھے میں تھا اور ابا اکیلے لیکن جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کہتا ہو میں اکیلا ہوں تو یہ اس کی بیوقوفی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کے یہ معنے ہیں کہ دنیا کی نظروں میں تو میں اکیلا ہوں لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا

لا تحزن ان اللہ معنا

ابوبکرؓ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو دنیا بیچارہ لفنگوں کی کیا طاقت ہے کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائیں خدا تعالیٰ انہیں خود تباہ کر دے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف میں جو کہا گیا ہے کہ میں اکیلا ہوں اس کا یہی مطلب ہے کہ دنیا کو تو نظر نہیں آتا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر وہ مجھ پر حملہ کریں گے تو وہ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ میں کامیاب و کامران ہوں گا اور وہ ناکام اور ذلیل ہوں گے بہرحال قرآن کریم بتاتا ہے کہ ہر شخص جو خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے اور اس سے مدد مانگے وہ اس کی مدد کے لئے تیار ہے اور اس کے بالکل قریب ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ درجہ کے لحاظ سے وہ کسی کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور کسی کی جلدی مدد کرتا ہے۔ ورنہ وہ سب کے قریب ہے صرف وہ اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کوئی اسے پکارے۔ اور جب کوئی اسے پکارتا ہے تو وہ کہتا ہے میں تیری مدد کے لئے تیار ہوں۔ اب بتاؤ جس کے پاس

اتنا بڑا نسخہ

موجود ہو اسے بھلا دنیا کا کیا ڈر ہو سکتا ہے ۔ ۔ ۔ پس اس گر کو یاد رکھو اور قیامت تک اسے یاد رکھتے چلے جاؤ کہ ہر مصیبت میں خدا تعالیٰ کو پکارو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت ایسی نہیں آ سکتی جس میں خدا تعالیٰ تمہاری مدد نہ کرے۔ اور خطرناک سے خطرناک حملہ بھی خدا تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بشرطیکہ تم حرام خوری نہ کرو۔ بے ایمانی نہ کرو۔ بددیانتی نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کا خوف کرو۔ تقویٰ کرو۔ ظلم نہ کرو۔ کسی پر تعدی نہ کرو۔ کسی کی ذلت اور بدنامی نہ کرو۔ [illegible] نہ دکھاؤ۔ فساد نہ کرو۔ اگر تم ایسے ہو جاؤ گے تو ہر قدم پر اور ہر میدان میں خدا تعالیٰ تمہارا ساتھی ہو گا یہ قرآن کریم کا وعدہ ہے جو اصدق الصادقین ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا کلام جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تم ہمیشہ کامیابی اور بامرادی دیکھو گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس جو خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے وہ اس کی برکت پاتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کو نہیں پکارتا وہ خدا تعالیٰ کی برکت سے محروم رہتا ہے مسلمانوں کو ۱۳۰۰ سال سے یہ مقام بھولا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ انہیں یہ مقام یاد کرایا ہے مگر اب بھی اکثر لوگ اسے بھول جاتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا ہتھیار ہے کہ توپ و تفنگ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی مصیبت تم پر آئے۔ تم خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جاؤ۔ اور پھر

یقین رکھو

کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم ایسا کرو تو وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔ کہتے ہیں شیر کے سامنے اگر کوئی شخص لیٹ جائے تو وہ اس پر حملہ نہیں کرتا بلکہ چپکے سے پاس سے گذر جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جائے اور اس کے آستانہ پر گر پڑے۔ تو وہ بھی اس کو مرنے نہیں دیتا اور سمجھتا ہے کہ اس کی ذلت میری ذلت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ پس جو

خدا تعالیٰ کا ہو جاتا

ہے خدا تعالیٰ اسے کبھی نہیں چھوڑتا۔ پس دعائیں کرو اور اس گر پر قائم رہو۔ جو شخص اس گر پر عمل کرتا ہے۔ دنیا کی

کوئی طاقت

اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ (الفضل ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب خدا تعالیٰ کی آغوش رحمت میں

فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین

مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل ربوہ

دسمبر ۱۹۶۲ء کے آخری ایام کا واقعہ ہے کہ میں ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بزرگ صحابی کی ملاقات کے لئے گیا۔ باتوں باتوں میں وہ فرمانے لگے کہ چند روز ہوئے میں رات کی تہجد کے لئے اٹھا۔ بین الیقظۃ والنوم مجھے ایک سفید ریش بزرگ جو ہم میں زندہ موجود ہیں ان کی نعش دکھائی گئی۔ ان کے پُرنور چہرہ کو دیکھتے ہی بے اختیار میری زبان پر چند اشعار جاری ہو گئے جنہیں میں نے اسی وقت نوٹ کر لیا۔ میرے اصرار پر کہ وہ اشعار مجھے بھی نوٹ کروا دیں۔ انہوں نے اپنی کاپی سے مندرجہ ذیل اشعار نقل کروا دیئے ؎

میں بے نصیب رہ گیا پیچھے وہ چل بسے　　فرقت کے صدمے سہنے کو رونے کو دور سے

بیٹنا پڑا ہے سر پہ یہ کیا ماجرا ہوا　　واحسرتا کہ خاک شدہ آرزو بسے

پھر سے چلے نسیم یہ گلشن ہو پُربہار　　نغمے ہزار گاتے یہ ویرانہ پھر بسے

اس کے بعد دو اور اشعار بھی تھے جن میں سے ایک یہ ہے ؎

ہمارے ناتواں ہیں سہارا تو دل کو ہے

موجود بالشہود ہیں ہم میں وہ غیر سے

بعد کی ملاقاتوں میں میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ سفید ریش بزرگ کون تھے اس پر ایک دن انہوں نے یہ عہد لینے کے بعد کہ میں اس کا کسی سے ذکر نہیں کروں گا بتایا کہ میں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو دیکھا ہے کہ وفات پا گئے ہیں۔ یہ بات ایسی تھی جس کا سننا بھی کانوں کو گوارا نہ تھا لیکن بہرحال سننا پڑا۔ اور دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح اسے سینہ و دل کے پردوں میں چھپانا پڑا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ چند دن کے بعد حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ سابق صوبہ سرحد کی وفات ہو گئی۔ اس پر انہیں خیال گذرا کہ ممکن ہے اس سے قاضی صاحب ہی مراد ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں جو کچھ مقدر تھا وہ پورا ہوا اور حضرت میاں صاحب ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء کو اپنے ہزاروں دلدادگان و راہبستگان دامن کو تڑپتا چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی کے حضور رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس واقعہ پر چند ماہ گزرے تو ۲۵ و ۲۶ اپریل کی درمیانی شب پونے چار بجے صبح کے قریب مجھے خود ایک رؤیا ہوا۔

رؤیا میں مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں بجسد عنصری زندہ موجود ہیں۔ اتنے میں اچانک یہ وحشتناک خبر مشہور ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی لوگ بڑی کثرت سے حضور کے مکان کے اردگرد جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لوگ وہاں کھڑے ہی تھے کہ یہ اعلان ہوا کہ سب لوگ مسجد میں پہنچ جائیں۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرائی جائے گی۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چل پڑے۔ کچھ فاصلہ پر ایک بڑی بھاری اور عظیم الشان مسجد ہے اس کے ایک طرف سیڑھیاں ہیں اور دوسری طرف اوپر جانے کے لئے ایک ڈھلوان نما راستہ ہے۔ پہلے میں نے اس کے ڈھلوان نما راستہ کے ذریعہ اوپر چڑھنے کی کوشش کی مگر چڑھ نہ سکا۔ اور پھر سیڑھیوں کی طرف چلا گیا وہاں شور مچا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرائی جا رہی ہے۔ میں بھی جلدی سے آگے بڑھا۔ مسجد کے پیچھے ایک بہت کمرہ ویٹنگ روم کی طرح کا بنا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک چارپائی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر ایک سفید چادر میں ملبوس پڑا ہے۔ اس وقت میں نے آپ کے چہرہ مبارک کو غور سے دیکھا تو مجھے حیرت ہوئی کہ آپ نے آنکھیں کھولی ہوئی ہیں اور اسی دوران میں آپ نے ایک جمائی بھی لی۔ گویا ابھی سو کر بیدار ہوئے ہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک بہت سفید اور نورانی تھا اور آنکھیں بڑی موٹی تھیں۔ سینکڑوں لوگ نا فاصلہ سے حضور کو دیکھ رہے تھے اور ہزاروں لوگ زیارت کے شوق میں دوڑے چلے آ رہے تھے۔

یہ رؤیا بھی کسی عظیم الشان بزرگ کی وفات پر دلالت کرتا تھا جس کا انتقال گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتقال ہو گا۔ حضرت میاں صاحب کی وفات پر جب ہزاروں لوگوں کا اجتماع ہوا۔ اور آپ کی آخری زیارت کے لئے مردوں اور عورتوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ تو اس وقت کا نظارہ دیکھ کر مجھے خواب والا نظارہ یاد آ گیا۔

اس رؤیا کا یہ حصہ کہ مسجد میں آپ کی زیارت کرائی جاتی ہے میں سمجھتا ہوں اس سے ربوہ مراد تھا جو ہماری جماعت کا مرکز اور مقدس مقام ہے اور ویٹنگ روم میں آپ کی نعش کا رکھا جانا بتا رہا تھا کہ آپ کی نعش مبارک گھر میں رکھی جائے گی کیونکہ گھر بھی ایک ویٹنگ روم کی ہی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح رؤیا میں یہ دیکھنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنکھیں کھولی ہوئی ہیں بتا رہا تھا کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں اور جن کے متعلق خدا نے کہا ہے کہ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ آپ کی آنکھوں کا موٹا رکھایا جانا غالباً کوق علمنی بشیر والے الہام کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

بہرحال جو کچھ مقدر تھا وہ ظاہر ہو گیا۔ خود حضرت میاں صاحب کی یہ کیفیت تھی کہ وہ سفر آخرت کے لئے پوری طرح تیار نظر آتے تھے۔ چنانچہ ایک رات جب کہ افراد خاندان میں سے بعض نے بتایا) متواتر آپ کی زبان مبارک پر یہ مصرعہ الہامی طور پر جاری رہا کہ

آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

اسی طرح آپ کے اپنی صحت کے بارہ میں پریشان کر دینے والے اعلانات اور خاتمہ بالخیر کی دعا کا بتکرار اظہار بتا رہا تھا کہ آپ کو اب اپنی کشتی حیات کے لنگر انداز ہونے کا وقت قریب نظر آ رہا ہے۔

آپ کی بیماری کا آغاز درحقیقت جولائی ۱۹۵۰ء سے ہوا ہے۔ جبکہ آپ کو ضعف دل کا شدید دورہ ہوا۔ آپ کو نہایت تشویشناک حالت میں لاہور پہنچایا گیا مگر اس وقت اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور آپ کو آرام آ گیا۔ لیکن ۱۹۵۵ء کے موسم گرما میں آپ کی طبیعت پھر خراب ہونے لگی۔ بلڈ پریشر ہو گیا اور کمزوری بھی زیادہ ہو گئی۔ ان دنوں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ علاج کے لئے یورپ تشریف فرما تھے۔ حضور نے ایک روز کشفاً دیکھا کہ

"حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سامنے ٹہل رہے ہیں اور ہشاش بشاش ہیں اور سوٹی کا ہینڈل پکڑ کر پیچھے کی طرف لٹکایا ہوا ہے"۔

حضور نے یہ رؤیا آپ کو ایک خط میں تحریر فرما دیا۔

حضرت میاں صاحب نے اس کشف کی تعبیر کرتے ہوئے الفضل میں لکھا کہ

" اس کشف میں ہشاش بشاش دیکھنے کی تعبیر تو ظاہر ہی ہے کہ اس سے صحت اور راحت مراد ہے۔ لیکن یہ جو رؤیا میں سوٹی کا ہینڈل عقب یعنی پشت

---

[1] حاشیہ۔ واضح ہو کہ جن چار اشعار کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں سے پہلے تینوں اشعار ہو بہو مع ایک چوتھے شعر کے اخبار بدر (محررہ ۱۰ جنوری ۱۹۶۳ء) میں حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ بزرگ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کی وفات کے زیر عنوان صفحہ پر شائع ہو چکے ہیں۔

نہ صرف یہ بلکہ ان اشعار سے قبل جو نوٹ خود حضرت قاضی اکمل صاحب نے درج فرمایا اس کی عبارت قریب قریب ہی ہے جو انہوں نے متعلق زیر نظر مضمون کے ابتداء میں درج کیا گیا ہے۔ بدر میں حضرت قاضی اکمل صاحب کی اپنی عبارت ان الفاظ میں شائع ہو چکی ہے۔

"ایام جلسہ سالانہ کے قریب میں نے ایک سفید ریش قابل احترام بزرگ کو بستر پر دراز دیکھا کسی نے کہا یہ واصل بحق ہو گئے ہیں تب میں اپنی تمنا کے اظہار کے لئے کچھ اشعار کہنے لگا اس وقت میں اپنے آپ کو بین الیقظۃ والنوم محسوس کر رہا ہوں جب میں پورے طور پر بیدار ہوا تو اذان ہو رہی تھی۔ صبح جو اشعار یاد رہ گئے تھے یہ ہیں (اس کے بعد وہی تینوں اشعار مع ایک اور شعر کے درج ہیں) اشعار کے بعد آپ نے پھر نوٹ دیا اور لکھا:-

" اس رؤیا کی تعبیر کے لئے فکرمند تھا جو الفضل کے ذریعہ حضرت اخی رحمی فی اللہ قاضی محمد یوسف صاحب آف ہوتی کے واصل بحق ہونے کی خبر پڑھ کر بہت صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کشف میں دیکھے گئے نظارہ کا آپ کی طبیعت پر غیر معمولی اثر تھا اور باوجود واضح رنگ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے بارہ میں واصل بحق ہونے کی خبر پانے کے تعبیر کے وقت حضرت ممدوح رضی اللہ عنہ سے ذاتی محبت غالب آ گئی۔ اور اس نظارہ کو ظاہر پر چسپاں کرنا آپ کی طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ اور محض اجتہاد اور وقتی تاویل کے طور پر اس کو حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کی وفات پر چسپاں کر دیا۔

——— (ایڈیٹر بدر) ———

کی طرف دیکھا گیا۔ اس سے میرے خیال میں یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے اور رسول پاکؐ کے قدموں کے طفیل اس خاکسار کی عاقبت میری اولیٰ سے بہتر ہوگی۔ اور یہ وہی آرزو ہے جس کے لئے میں اپنے احباب سے کئی دفعہ دعا کی تحریک کر چکا ہوں۔ سو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعید نہیں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی رویا کے مطابق اس خاکسار کا انجام بخیر ہو اور بقیہ زندگی گزشتہ زندگی سے زیادہ بابرکت طریق پر گذرے۔ و ذالک ظنی باللّٰہ وارجوا من اللّٰہ خیرا۔" (الفضل ۵ ؍اگست ۱۹۵۹ء)

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اس رویا کے بعد پورے ۳ ۱/۲ سال تک اس نے آپ کو پہلی زندگی کے مقابلہ میں بہت زیادہ شاندار اور بابرکت کام کرنے کی توفیق بخشی۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت صاحب کی لمبی علالت کے دوران آپ نے جماعتی کاموں کو جس عمدگی کے ساتھ سر انجام دیا۔ اور جس خوبی سے آپ نے نگرانی کے فرائض سرانجام دیئے وہ ایک ظاہر و باہر امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی ان مساعی کو نوازا۔ اور اس نے آپ کے کاموں میں غیر معمولی برکت ڈالی۔ اور ہر وہ معاملہ جس میں آپ نے اپنا ہاتھ ڈالا۔ اسے خیر و خوبی سے انجام تک پہنچایا۔ حضرت صاحب کی بیماری کے دوران سب سے پہلے غیر مبایعین نے فتنہ اُٹھایا اور ہمارے امام کی علالت پر انہوں نے سخت زہر چکانی کی۔ اس فتنہ کی سرکوبی کا کام خدا تعالیٰ نے حضرت میاں صاحب سے لیا۔ اور آپ کی زیر ہدایت ہی اس فتنہ کا مقابلہ کیا گیا اور اس کا قلع قمع ہوا۔

پھر کتاب "مسٹر ۵ ادین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی کی شکل میں نمودار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی نگرانی میں جماعت کو اس بارہ میں بھی اپنے جذبات غیرت کا اس طرح برملا اظہار کرنے کی توفیق بخشی کہ آخر گورنمنٹ نے اپنی غلطی محسوس کر کے کتاب کی ضبطی کے احکام واپس لے لئے۔ غرض حضرت صاحب کی بیماری کے ایام میں جو فتنے اُٹھے آپ کا وجود ان کے مقابلہ کے لئے ایک مضبوط چٹان ثابت ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی تدبر اور فراست سے کام کرنے اور جماعت کی صحیح راہنمائی کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت تین سال متواتر مجلس شوریٰ کی صدارت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ یہ فرائض آپ نے کس شان سے ادا کئے اس کا اندازہ رپورٹ ہائے مشاورت کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ آپ کے سینکڑوں ارشادات رپورٹ ہائے مشاورت میں محفوظ ہو چکے ہیں بلکہ مزید خوشی کی یہ بات ہے کہ آپ کی پر شوکت آواز بھی ریکارڈنگ مشین میں محفوظ کر لی گئی ہے۔

۱۹۶۱ء میں مجلس شوریٰ میں ایک نگران بورڈ کے تقرر کا فیصلہ کیا گیا تھا جو صدر انجمن احمدیہ تحریک جدید اور وقف جدید کے کاموں کی نگرانی کرے اور ان میں باہم رابطہ قائم رکھے۔ اس بورڈ کی صدارت کے لئے نمائندگان شوریٰ کی درخواست پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام منظور فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اس بوجھ کو بھی اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی تائید سے جماعتی ترقی کے لئے ایسے فیصلہ جات کا نفاذ فرمایا جنہوں نے افراد جماعت میں ایک نئی بیداری اور زندگی کی لہر پیدا کر دی۔ آپ نے اس امر پر بڑا زور دیا کہ مرکز میں اور اسی طرح بیرونی جماعتوں میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہونا چاہیئے۔ خصوصاً درس قرآن مجید اور درس احادیث اور درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلسلہ حتی الوسع ہر احمدیہ مسجد میں ضرور جاری ہونا چاہیئے۔ آپ نے بے پردگی اور فیشن پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے خلاف بھی پُر زور آواز اٹھائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر کسی احمدی خاتون کے متعلق یہ ثابت ہو کہ وہ اسلامی تعلیم کے مطابق پردہ نہیں کرتی تو اسے سمجھانے اور ہوشیار کرنے کے بعد اس کے خلاف مناسب کارروائی کی جائے اور امراء جماعت کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس بارہ میں کڑی نگرانی رکھیں اور نظارت اصلاح و ارشاد اور امور عامہ کے ساتھ تعاون کریں۔ خصوصیت کے ساتھ آپ نے لجنہ اماء اللہ کو اس اصلاح کی طرف پُر زور توجہ دلائی۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ مشرقی پاکستان میں ہر سال کم از کم دو دفعہ علماء سلسلہ کا ایک وفد جانا چاہیئے۔ جو مختلف جماعتوں کا دورہ کر کے ان میں بیداری پیدا کرے آپ نے تجویز فرمایا کہ لاہور کے مختلف کالجوں میں جو احمدی طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی اخلاقی اور دینی تربیت کے لئے فوری طور پر احمدیہ ہوسٹل کا اجراء کیا جائے اور اس کے لئے صدر انجمن احمدیہ کو ایک لاکھ روپیہ اپنے بجٹ میں رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ ربوہ کے مقیم لوگوں کے لئے عموماً اور مہمانوں کے لئے خصوصاً مسجد مبارک ربوہ میں قرآن مجید کے ایک رکوع کا روزانہ درس ہونا چاہیئے آپ نے خدام الاحمدیہ کے تربیتی کورسوں کے اجتماعات کو نہایت مفید قرار دیا اور فیصلہ فرمایا کہ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور عہدیداران جماعت کے اجتماعات مناسب مقامات پر وقتاً فوقتاً ضرور منعقد ہوا کریں تاکہ وہ نوجوانوں اور انصار اللہ اور عہدیداران جماعت کی تربیت اور بیداری کا موجب ہوں۔ آپ نے تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حفاظت کے لئے ایک اجتماعی تاریخی میوزیم قائم کرنے کا بھی فیصلہ فرمایا اور اس کے لئے ایک کمیٹی قائم فرمائی جو آج کل کام کر رہی ہے آپ نے ہوسٹلیتہ ناطہ کی مشکلات دور کرنے کے لئے ایک کمیشن کا تقرر فرمایا۔ جس کی پُر مغز رپورٹ جماعت کے سامنے آ چکی ہے۔ آپ نے جماعتوں کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی کہ سینما بینی کے رجحانات کے خلاف مؤثر قدم اُٹھایا جائے اور اس پابندی کو توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ آپ نے جماعت کی اقتصادی ترقی کے لئے زرعی۔ تجارتی اور صنعتی امور سے تعلق رکھنے والے ماہرین کے بار بار اجلاس منعقد کئے جانے کا بھی فیصلہ فرمایا جس کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ آپ نے ربوہ میں ایک دار الیتامیٰ قائم کرنے کا بھی ارشاد فرمایا جو محترم میر داؤد احمد صاحب کی زیر نگرانی النصرۃ دار الیتامیٰ کے نام سے جاری ہو چکا ہے۔

غرض حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے رویا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی زندگی کے آخری حصہ میں پہلے حصہ سے بھی زیادہ شاندار کام کرنے کی توفیق بخشی اور جماعت نے آپ کے علمی اور روحانی فیوض سے بڑا بھاری فائدہ اُٹھایا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "مجلس انتخاب خلافت" کا صدر بھی نامزد فرمایا تھا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس قرارداد کے الفاظ حضور نے یہ رکھے تھے کہ

"اگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی میں نئے خلیفہ کے انتخاب کا سوال اُٹھے تو مجلس انتخاب خلافت کے اجلاس کے پریذیڈنٹ ہوں گے ورنہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے اس وقت کے سینئر ناظر یا وکیل اجلاس کے پریذیڈنٹ ہوں گے۔" (رپورٹ مشاورت ۱۹۵۶ء صفحہ ۸)

اس بات کو سادہ طریق پر یوں بھی بیان کیا جا سکتا تھا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مجلس انتخاب خلافت کے صدر ہوں گے مگر حضور کا تصرف الٰہی کے ماتحت یہ الفاظ لکھنا کہ

"اگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی میں نئے خلیفہ کے انتخاب کا سوال اُٹھے"

بین السطور ایک مخفی اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ آپ اس وقت تک مرفوع الی اللہ ہو چکے ہوں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

آپ فطرتی طور پر ہر قسم کے نام و نمود کو ناپسند فرماتے تھے اور جلسوں کی صدارت سے بھی گریز کرتے تھے تقریریں کرنا تو بہت دور کی بات ہے لیکن حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ جب آپ کو کسی جلسہ کی صدارت کرنے یا کسی مجلس کا افتتاح کرنے کا ارشاد فرماتے تو آپ اطاعت امام کے جذبہ میں سرشار ہو کر اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف اس کے لئے تیار ہو جاتے۔ آپ نے خود ایک دفعہ مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:-

"میں ایسے اجتماعوں میں شرکت کا عادی نہیں ہوں علیحدہ بیٹھ کر تحریری خدمت بجا لانے یا دفتر میں اپنے ہی فرائض ادا کرنے پر اکتفا کرتا ہوں مگر اس وقت امام کے حکم کے ماتحت اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف حاضر ہو گیا ہوں۔" (الفضل ۴ ؍نومبر ۱۹۶۱ء)

غور فرمائیں اطاعت امام کا جذبہ آپ میں کس شدت کے ساتھ پایا جاتا تھا کہ ایک امر اپنی طبیعت اور مزاج کے سراسر خلاف ہے لیکن امام کا حکم آتا ہے تو سر تسلیم خم ہو جاتا ہے آپ نے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی تھی مگر آپ نے اپنے آپ کو کس مقدس عہد کے ساتھ وقف کیا اس کا ذکر آپ نے خود درد صاحب مرحوم کی وفات پر ان الفاظ میں کیا تھا کہ

"جب ہم ۱۹۱۳ء میں خدا کے ساتھ عہد باندھ کر سلسلہ کی خدمت میں آئے تو میری ہی تجویز پر ہم دونوں نے یہ عہد کیا تھا کہ خدا کی توفیق سے ہم ہمیشہ سلسلہ کی خدمت میں زندگی گزاریں گے اور کبھی کسی معاوضہ یا ترقی یا حق کا مطالبہ نہیں کریں گے اور میرے لئے انتہائی خوشی اور درد صاحب کے خاندان کے لئے انتہائی فخر کا مقام ہے کہ درد صاحب نے اس عہد کو کامل وفاداری سے نبھایا اور منہم من قضی نحبہ کے مقام پر فائز ہو گئے اور میرا انجام خدا کو معلوم ہے مگر میں بھی اپنی کمزوریوں کے باوجود خدا کی رحمت کا امیدوار ہوں۔" (الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۵۵ء)

وقف کرنے کو تو سینکڑوں لوگ اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں نوجوان دین کی خدمت بھی کر رہے ہیں مگر سوال تو یہ ہے کہ اپنی ترقی یا حق کے مطالبہ میں یا کسی کام کا معاوضہ طلب کرنے میں کتنے لوگ اس مقام پر فائز ہیں جس مقام پر حضرت میاں صاحب نے اپنے ابتدائے شباب میں ہی قدم رکھا اور سوچیں کہ جس مقدس انسان کی ابتداء اس مقام سے ہوئی اس کا انتہا کس بلندی پر ہوا ہوگا۔

حضرت میاں صاحب نے مختلف نظارتوں میں بھی کام کیا اور اس شان سے کیا کہ آپ خود فرماتے ہیں:-

"جب ابتداء ۱۹۱۳ء میں نظارتیں بنیں تو ابتدائی ناظروں میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم اور مولوی عبد الرحیم صاحب درد مرحوم اور سید ولی اللہ شاہ صاحب

اور یہ خاکسار شامل تھے اور میری اور درد صاحب مرحوم کی عمر اس وقت ستائیس اٹھائیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ مگر ہم نے خدا کے فضل سے حضور کی قیادت میں نظارتوں کے کام کو اس طرح سنبھالا کہ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں (علاوہ فخر) کہ اس وقت کی نظارت آجکل کی نظارت سے بحیثیت مجموعی زیادہ مضبوط اور زیادہ چوکس اور زیادہ مستعد تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ نظارت میں ایک ناظر کی رپورٹ پیش ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بڑی خوشی کے ساتھ فرمایا تھا کہ یہ رپورٹ ایسی ہے کہ بڑی بڑی حکومتوں کے تجربہ کار وزیروں کی رپورٹوں کے ساتھ مقابلہ کر سکتی ہے۔" (الفضل ۴ نومبر ۱۹۶۱ء)

غرض میاں صاحب نے صف اوّل کے مجاہدین میں کھڑے ہو کر نہایت شاندار طریق پر سلسلہ کی خدمت اور دشمنانِ دین کی مدافعت کا فرض ادا کیا لیکن طبعی قانون کے ماتحت کام کی شدت اور پھر حضرت صاحب کی لمبی بیماری نے آپ کے قویٰ کو مضمحل کر دیا اور گذشتہ سال سے آپ نے متواتر یہ اعلان فرمانا شروع کر دیا کہ اب دوست میرے خاتمہ بالخیر کی دعا کریں چنانچہ فروری ۶۲ء میں آپ نے یہ اعلان فرماتے ہوئے "میری عمر اس وقت (۶۹) انہتر سال کے قریب ہے بلکہ قمری لحاظ سے ... ستر سال سے اوپر ہو چکی ہے۔ دوستوں سے دعاؤں کی درخواست کی۔ اول یہ کہ میرا انجام بخیر ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری کمزوریوں کے باوجود اپنی ذرہ نوازی سے قیامت کے دن اس گروہ میں شامل فرمائے جن کے متعلق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) فرماتے ہیں کہ میری امت میں سے بعض لوگ حساب کتاب کے بغیر بخشے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس عاجز کو حشر کے میدان میں خدا کے سامنے اپنے حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہیں (یا حی یا قیوم برحمتک استغیث) وارجو انک خیراً یا ارحم الراحمین۔ (الفضل ۲۲ فروری ۶۲ء)

۲۰ مارچ ۱۹۶۲ء کے الفضل میں آپ نے پھر اعلان فرمایا کہ

"اس عاجز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تا کہ مقدرہ زندگی مفید کام اور خدمتِ دین میں گزرے اور انجام بخیر ہو۔"

نومبر ۱۹۶۲ء میں آپ نے دوستوں کو ایک بار پھر آگاہ فرمایا کہ:۔

"میں اب قمری لحاظ سے بہتر سال کا ہو گیا ہوں اور یہ عمر بہر حال کمزوری کی عمر ہے اس لئے موجودہ بیماری کی وجہ سے میرے اعصاب اور دل و دماغ پر کافی اثر ہے۔" (الفضل ۲۱ نومبر ۱۹۶۲ء)

مارچ ۱۹۶۳ء میں آپ نے مجلس شوریٰ میں اپنا ایک مختصر رؤیا بیان فرمایا جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ اس میں آپ کی وفات کی طرف بھی اشارہ تھا آپ نے فرمایا:۔

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا بڑا صاف نواب تھا اور نہایت نورانی اور پاکیزہ چمکتا ہوا چہرہ آپ ایک آرام کرسی پر یا تخت پوش پر ٹیک لگا کر بیٹھے تھے اور پاؤں ذرا پھیلائے ہوئے تھے آپ کے سامنے ہماری ماموں زاد بہن سیدہ نصیرہ بیگم (جو میاں عزیز احمد صاحب کی بیوی اور ہمارے ماموں میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم کی بیٹی ہیں) بیٹھی ہوئی تھیں کچھ اور لوگ بھی تھے مگر میں ان کو پہچانتا نہیں۔ صرف ان کو میں نے پہچانا۔ جب میں اندر گیا تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں السلام علیکم عرض کیا بڑا صاف اور چمکتا ہوا چہرہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وعلیکم السلام کہا اور مجھے کہا — میاں اب کیا ہو گا — ایسا جیسے فکر کا انداز ہوتا ہے گویا کسی آنے والے خطرہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں میں نے اس کے جواب میں عرض کیا — اللہ تعالیٰ کا فضل چاہیئے پھر تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد میں نے کہا کہ —— یہ سب کچھ آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہو رہا ہے بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

میرے نزدیک اس رؤیا میں آپ کی وفات کی ہی خبر تھی کیونکہ آپ کی وفات سے ہماری جماعت میں ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے کہ اب ہر شخص کی زبان پر بار بار یہی الفاظ آتے ہیں کہ — "اب کیا ہو گا؟"

مگر اس کا حقیقی جواب وہی ہے جو حضرت میاں صاحبؓ نے خواب میں دیا کہ

"اللہ تعالیٰ کا فضل چاہیئے۔"

کیونکہ وہی ہے جو ہر قسم کے خلاء کو پُر کر سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض وجود ایک تعویذ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی وجہ سے بلاؤں اور آفات کا نزول آسمان سے رکا رہتا ہے اور ایسے ہی بابرکت وجودوں میں سے ایک حضرت میاں صاحبؓ کا بھی وجود تھا جو حوادث کی آندھیوں میں ایک پہاڑ کا کام دیتے اندھیروں میں چاندنی کر چھٹکتے پیاسوں کے لئے علم و عرفان کی بارش بن کر برستے اور بیکسوں اور ناتوانوں کے لئے بھی طرماوٰی بن جاتے تھے حقیقت سے پیہ شعار ہی ہو

حضرت جنید بغدادی کی وفات پر ایک مجذوب کی زبان سے نکلے۔ اس نے آپ کی وفات کی خبر سنی تو آپ کی قبر پر آیا اور زار و قطار رونے لگ گیا اور پھر لوگوں نے سنا کہ وہ یہ اشعار گنگنا رہا ہے ؎

وا اسفا علیٰ فراق قوم　　هم المصابیح والحصون
والمدن والمزن والرواسی　　والخیر والامن والسکون
لم تتغیر لنا اللیالی　　حتی توفتهم المنون
فکل جمر لنا قلوب　　وکل ماء لنا عیون

یعنی افسوس کہ موت نے ہم سے وہ لوگ چھین لئے جو روشنی چراغ اور مضبوط قلعے تھے۔ وہ علم و عرفان کے شہر، روحانیت کے بادل حوادث کا مقابلہ کرنے میں پہاڑوں کا مرتبہ رکھتے تھے وہ زمانہ کے لئے خیر اور امن اور سکون کا موجب تھے۔ موت نے انہیں جدا کر دیا۔ تو ہمارے دن بھی راتوں میں تبدیل ہو گئے۔ آج ہمارے دل انگارہ ہیں اور ہماری آنکھیں چشموں کی طرح اُبل رہی ہیں۔

حضرت میاں صاحب بھی ایسے ہی بابرکت وجودوں میں سے تھے اور کیوں ایسا نہ ہوتا جبکہ خود خدا نے آپ کو "نبیوں کا چاند" قرار دیا۔ اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ آپ نے ظلی رنگ میں امت محمدیہ کے اولیاء کبار کی طرح کمالات انبیاء سے حصہ پایا۔ لیکن چونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تمام انبیاء کے نام بخشے گئے ہیں اور آپ جری اللہ فی حلل الانبیاء کے مصداق ہیں۔ اس لئے اس کے ایک معنے مسیح موعود کا چاند کے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ چاند پورے ستر سال تک دنیا میں ضوفگن رہنے کے بعد ۱۳ ستمبر ۱۹۶۳ء کو غروب آفتاب کے بعد ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور آپ کے انتقال نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انتقال کی یاد کو پھر تازہ کر دیا۔

ہمارے آقا اور امام نے بھی لاہور میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا تھا اور آپ کے جلیل القدر فرزند نے بھی اس مماثلت سے پورا حصہ پایا اور لاہور سے ہی آپ کے جنازہ کو ربوہ لایا گیا منگل کا دن تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ منگل کا دن تھا جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا انتقال ہوا۔ اور اب منگل کی ہی رات تھی جس میں حضرت میاں صاحب کا انتقال ہوا اور منگل کا ہی دن تھا جس میں آپ کی تدفین عمل میں آئی آنکھیں آپ کی یاد میں آنسو بہا رہی ہیں اور دل آپ کی یاد میں تڑپ رہا ہے اور بار بار وہ فقرات سامنے آتے ہیں جو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے قلم سے ایک دفعہ نکلے کتنے سچے اور حقیقت سے پُر الفاظ ہیں کس درد سے فرماتی ہیں:۔

"تسبیح کا ایک ایک دانہ گر رہا ہے اور سب پرانی یادگاریں رخصت ہو رہی ہیں۔ انسان ایک خاص عمر تک نیا ماحول پیدا کر سکتا ہے اس کی اصل دلچسپیاں اوائل عمر کے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ ہی وابستہ ہوتی ہیں۔ اخلاقاً سب کو ہم سب ملتے ہیں مگر اپنا خاص حلقہ جوں جوں کم ہوتا جاتا ہے زندگی کے لطف میں کمی آتی جاتی ہے۔ نئی نسلوں کے اپنے ماحول اور اپنی دلچسپیاں ہیں مگر ہم جب دیکھتے ہیں کہ پرانی زنجیر کی کڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی جا رہی ہیں تو دل بہت اداس ہونے لگتا ہے۔" (الفضل ۸ اگست ۱۹۵۵ء)

سچ یہی حقیقت ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کی وفات سے ہمارا دل بہت اداس ہے اور طبیعت میں بڑی بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ حضرت میاں صاحب ایام علالت میں شدید بے چین اور مضطرب رہے مگر اب جبکہ انہیں کامل سکون حاصل ہو چکا ہے یہی اضطراب گویا لاکھوں مخلصین جماعت کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ ان کے دل دردمند اور آنکھیں اشکبار ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے احمدیت کا ایک بہت بڑا شہتیر نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کا خود حافظ و ناصر ہو اور اسے ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔ فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین۔

آخر میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند الفاظ پر ہی اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آپؓ نے ایک دفعہ بڑے درد کے ساتھ تحریر فرمایا:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اور خلافتِ ثانیہ کے ابتدائی زمانہ میں کام کرنے والے دوست آہستہ آہستہ گذرتے جاتے ہیں اور ہم لوگوں کو جنہوں نے ابتدائی زمانہ پایا اس سے ملتا جلتا زمانہ دیکھا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہماری مخصوص مجلس خالی ہوتی جا رہی ہے بیشک نوجوان کارکنوں میں بھی کئی بہت مخلص اور فدائی کارکن ہیں مگر ہر زمانہ کا اپنا اپنا ماحول ہوتا ہے اور دوسرے ماحول میں انسان وہ روحانی لذت اور سرور نہیں پاتا جو اپنے خاص ماحول میں پاتا ہے مگر اس موضوع پر زیادہ لکھنا گویا ایک دکھتی رگ کو چھیڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ گذرنے والوں پر فضل اور رحمت کی بارش برسائے اور نوجوان کارکنوں کو ان کا سچا وارث بنائے تا نئے کارکن کسی دن حسرت کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور نہ ہوں ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

(الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۶۱ء)

شذرات

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

قرآن مجید کا ساڑھے تیرہ سو سالہ نسخہ

قاہرہ یونیورسٹی کی خبر ہے کہ اس کی لائبریری میں قرآن پاک کا ایک ساڑھے تیرہ سو سالہ پرانا نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسخہ ہے یہ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے۔ اس کے ایک ہزار سے زائد صفحات ہیں۔ اور اس کا خط کوفی ہے۔ یہ نسخہ دھات کے ایک صندوق میں بند تھا۔

اس کی تاریخ یوں بیان کی گئی ہے کہ آج سے پانچ سو سال قبل ایک افریقی بزرگ یہ پاک نسخہ مصر لائے تھے۔ اور اُسے ایک نادر و قیمتی خزانہ کے طور پر قاہرہ کے کتب خانہ میں چھپا دیا تھا۔ یہ کتب خانہ جہاں کتابوں کا بڑا ذخیرہ ہے۔ یہ صندوق دوسری کتابوں کے انبار میں چھپ گیا اور اتنے عرصہ تک عوام کی نظروں سے اوجھل رہا۔ اب جو قاہرہ یونیورسٹی کے کتب خانہ کی نئی فہرست مرتب کی جا رہی ہے اور تمام کتابوں کی چھان بین ہو رہی ہے تو کتابوں کے انبار میں دھات کا یہ صندوق ملا۔ اور جب اسے کھولا گیا تو اس سے کلام پاک کا یہ نسخہ نکلا۔

ظاہر ہے کہ یہ نسخہ مسلمانوں کے لئے ایک نایاب خزانہ، انمول گوہر اور بے بہا دولت ہے۔ اور آج کل تو آثار قدیمہ والے بھی اپنی پرانی تحریروں کی بڑی قدر کرتے ہیں اس نسخہ کی قدامت وغیرہ پر کسی نے ابھی تک شک نہیں کیا ہے۔ اور سچ پوچھئے تو شک کی گنجائش بھی نہیں۔ مسلمان عہد نبوی سے ہی قرآن پاک کی کتابت کرتے چلے آرہے ہیں۔ صحابہ کرام میں کچھ اصحاب "کاتب وحی" کے نام سے مسلّم و معروف ہیں۔ اُس زمانے میں یہ کتابت درخت کی چھالوں، پتوں اور جھلیوں پر ہوا کرتی تھی۔ پھر خلافت راشدہ کے دور میں قرآن شریف کی کتابت عام ہو گئی ایک تو یہ کہ مسلمانوں میں یہ بہت معزز پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ اور ضرورت بھی پیدا ہو گئی تھی مسلمانوں کو قرآن مجید کے حفظ اور کتابت سے [illegible] تعلق رہا ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ امور سلطنت سے وقت نکال کر قرآن پاک کی کتابت کیا کرتے تھے اور وہ یہ بات اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے کہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید ان کی یادگار کے طور پر باقی رہے بادشاہ عقیدت اور شوق کی بناء پر انہوں نے فن تحریر میں بڑا کمال حاصل کیا اور یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ حسن، نفاست اور زیبائی میں دنیا بھر کی کوئی تحریر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آج بھی تاج محل آگرہ اور جامع مسجد دہلی کی تحریریں دیکھی جا سکتی ہیں۔ میں نے کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں حضرت عالمگیر رح کے ہاتھ کی لکھی ہوئی معوذتین دیکھی ہے۔ کتنا شستہ۔ پاکیزہ اور جاذب نظر خط ہے۔ روایت ہے کہ جب پرتگالی پادریوں نے مغل اعظم اکبر کے سامنے بائیبل کا مطبوعہ نسخہ پیش کیا تو انہوں نے نہایت تعجب اور حقارت سے کہا کہ کیا تم لوگ اپنی مذہبی کتاب اتنے گندے اور بھدے حروف میں چھاپتے ہو؟ اس وقت طباعت کی مشین نئی نئی ایجاد ہوئی تھی۔ اور حروف بھدے اور طباعت گندی ہوتی تھی۔ سلاطین آل عثمان نے بھی طباعت کی یہی گندگی دیکھ کر اپنے ملک میں چھاپے خانے نہیں قائم کئے۔ غرض مسلمانوں کو قرآن کریم کی کتابت اور حفظ سے والہانہ تعلق رہا ہے۔ اس لئے ساڑھے تیرہ سو سالہ نسخے کے ملنے پر ہمیں مسرت تو بہت ہوئی۔ مگر تعجب نہیں آیا۔ لیکن جو بات سب سے زیادہ تعجب خیز ہے وہ یہ کہ اتنے پرانے نسخے کی دریافت کے بعد مسلمانوں میں کوئی گھبراہٹ اور سنسنی نہیں پھیلی بلکہ قرآن کریم کی حفاظت پر ان کا ایمان اور پختہ ہو گیا۔

اگر آج اسی قسم کی خبر وید، ژند یا بائیبل کے متعلق آجائے پھر دیکھئے کہ آریوں اور عیسائیوں کے کیمپ میں کیا کھلبلی مچتی ہے۔ نئے اور پرانے نسخوں کا جوں جوں موازنہ کیا جائے گا یہ گھبراہٹ بڑھتی جائے گی۔ نئے اور پرانے نسخوں کی ترتیب میں اختلاف ہوگا۔ مضامین الگ الگ ہوں گے۔ منتر اور آیات میں کمی بیشی ہو گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مروجہ نسخے سے اعتبار اٹھنے لگے گا۔ پھر اعتبار بحال کرنے کیلئے اس مذہب کے داعیوں کو بڑے بڑے جتن کرنے پڑیں گے۔ مگر ابھی وادی قمران کے صحیفے برآمد ہوئے ہیں تو عیسائیوں کو اپنے مذہب کی موت نظر آنے لگی ہے۔

مگر قرآن حکیم کا یہ ساڑھے تیرہ سو سالہ نسخہ دستیاب ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں میں کوئی پریشانی یا اضطراب پیدا ہونے کی بجائے بشاشت و انبساط کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ان کا ایمان کمزور ہونے کی بجائے اور مضبوط ہو جاتا ہے وہ نئے اور پرانے نسخے کا مقابلہ کر کے دیکھتے ہیں تو سر مو کہیں کوئی فرق یا اختلاف نہیں ملتا۔ ترتیب ایک، آیات کی تعداد ایک اور مضامین ایک۔ بھلا ایسی حفاظت اور کسی مذہبی کتاب کی کیوں ہونے لگی۔ اور مسلمانوں کی طبیعت اتنا پرانا نسخہ دیکھ کر پھول کی طرح کیوں نہ کھل پڑے۔

قرآن کریم اور روس

ایک خبر ہے جس پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر اخبار والے اتنے وثوق اور اعتماد سے یہ خبر شائع کر رہے ہیں کہ اسے جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا۔

خبر یہ ہے کہ تاشقند میں روسی حکومت کی طرف سے قرآن مجید کا ایک نہایت دیدہ زیب نسخہ شائع کیا گیا ہے۔ اور جب کوئی سیاح تاشقند جاتا ہے تو اسے تحفہ اور ہدیہ کے طور پر یہ نسخہ دیا جاتا ہے۔ وہ اس نسخے کی نفاست اور پاکیزگی دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

یہ تو خبر کا ایک رُخ ہے۔ اب دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں کہ (دروغ بر گردن راوی) مسلمان تاشقند کو اس روسی مطبوعہ قرآن کا کوئی علم نہیں۔ کسی تاشقندی مسلمان کے گھر قرآن شریف کا یہ نسخہ نہیں پایا جاتا۔ آج تک کسی تاشقندی مسلمان کو اس کا دیدار نصیب نہیں ہوا۔ یہ نسخہ صرف اسلامی دنیا کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے چھاپا گیا ہے تا سیاح یہ نسخہ دیکھ کر روسی حکومت کی اسلام دوستی پر ایمان لے آئیں۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں دروغ بر گردن راوی اس خبر پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ خصوصاً اس وقت کہ روس کی اندرونی و بیرونی پالیسی میں ذرا ذرا تبدیلی آرہی ہے۔ لیکن اگر یہ ہو بھی تو کوئی تعجب نہیں۔ آجکل کامیاب سیاست اسی کو کہتے ہیں۔ اس زمانے میں ہر جھوٹ سچ ہو سکتا ہے بشرطیکہ پروپیگنڈا کی طاقت اپنے پاس ہو۔

بودھ راہب کی قربانی

جنوبی ویٹ نام کی خبر ہے کہ ایک بودھ راہب نے حکومت کی پالیسی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اپنا پیٹ پھاڑ کر اپنی آنتیں باہر نکال لیں۔ اس سے پہلے تین راہب اور ایک راہبہ "بودھ مت" کی حفاظت کے لئے ویٹ نام میں خودکشی کر چکے ہیں۔ اس عقل اور فرزانگی کے دور میں ان قربانیوں کے متعلق کیا فتویٰ صادر کیا جائے جن میں جنون و دیوانگی اور بے تاب جذبات کا رنگ نظر آرہا ہے۔ ہم اس قربانی کی تردید نہیں کر سکتے۔ اگرچہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک مقدس مقصد کے لئے غیر ضروری طریق اختیار کیا گیا ہے۔ لیکن یہ دعا ضرور کرتے ہیں کہ قربانی و ایثار کا جذبہ یہ ویٹ نامی بدھسٹوں تک ہی محدود رہے۔ اگر کہیں یہ بھی عوامی تحریک کی صورت اختیار کر گئی تو ہمارے ملک میں جو آجکل اسٹرائک اور ہڑتال کی وبا پھوٹی ہوئی ہے کہیں اس کی جگہ خودکشی نہ لے لے۔

اور ہمارے مزدور جو آج شاہراہ پر مارچ کر کے گاڑیوں اور سواریوں کو فٹ پاتھوں کی طرف دھکیل کر کے طرح طرح کے نعرے بھانت بھانت کے آوازے اور رنگ برنگ کے سوانگ بھر بھر کے حکومت کی پالیسی کے خلاف احتجاج کرتے ہیں کہیں یہ طریقہ چھوڑ کر خودکشی پر نہ اُتر آئیں۔ اور آج کے ہڑتالی جو گاڑیوں اور سواریوں پر بم پھینک کے دوسروں کو جلاتے ہیں کہیں اپنے ہی بدن پر مٹی کا تیل ڈال کر چوراہے پر جلنا نہ شروع کر دیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہماری حکومت کے لئے یہ ایک نیا درد سر ہوگا ہماری حکومت پہلے ہی بہت سے دردوں میں مبتلا ہے۔ درد نقرس۔ درد گردہ۔ درد قولنج۔ کونسا درد ہے جو ہماری حکومت کو نہیں "جو سارے جہاں کا درد اسی کے جگر میں ہے"۔ اس لئے ہم تو دعا کرتے ہیں کہ خودکشی کی یہ وبا جنوبی ویٹ نام تک ہی محدود رہے۔

ساتھ ہی ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ کیا جنوبی ویٹ نام میں گاندھی جی کا نسخہ نہیں آزمایا جا سکتا تھا۔ قانون شکنی۔ سول نافرمانی وغیرہ وغیرہ۔ اسی نسخہ نے تو انگریزوں کے آمرانہ نظام کو درہم برہم کر دیا۔ کیا جنوبی ویٹ نام کی حکومت جو محض امریکہ کے سہارے زندہ ہے۔ انگریزوں سے زیادہ سخت جان ہے۔

لیکن ہم یہ بات بھی صرف علیٰ سبیل تنزل کہہ رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قانون شکنی خواہ وہ سول ہو یا پرائیویٹ موزوں فساد اور بدامنی کے راستے ہیں۔

ولادت!

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے خاکسار کو مورخہ ۱۸/۹/۶۳ کو لڑکی عطا فرمائی ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے نومولودہ کا نام "رفیعہ بیگم" تجویز فرمایا ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بچی کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی دے اور نیک بنائے۔ آمین۔

([illegible] سعید احمد درویش قادیان)

درخواست دعا

خاکسار کے بڑے بھائی قریشی رشید احمد صاحب مقیم کراچی کی اکلوتی بچی رضیہ بیمار ہے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ بچی کے نچلے حصہ جسم پر فالج کا اثر ہے جس کی وجہ سے والدین بہت فکرمند ہیں۔ اس بچی کی جلد شفایابی اور صحت و سلامتی کیلئے خاص طور پر دعا کی [illegible]

آہ! قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ

اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْ لَا اِلَی النَّاسِ اِنَّنِیْ ؛ اَرَی الْاَرْضَ تَبْقٰی وَالْاَخِلَّاءُ تَذْھَبُ

سلسلہ کے بعض ضروری امور کی سرانجام دہی کے لئے خاکسار دہلی میں قیام پذیر تھا۔ مورخہ ۲ ستمبر کی صبح کو حضرت مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال کے دہلی تشریف لانے کا پروگرام تھا کہ جو ۷ بجے دہلی پہنچتی تھی اسلئے خاکسار ۶ بجے گھر سے اسٹیشن جانے کے لئے روانہ ہوا۔ اسٹیشن پلیٹ فارم پر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی شدید علالت کے باعث جو آمدہ اطلاعات کے پیش نظر صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آخر وقت پر روانگی کا پروگرام ملتوی فرما دیا۔ اور آپ کی جگہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے تشریف لائے۔ اسٹیشن سے واپسی پر معلوم ہوا کہ صبح کی خبروں میں ریڈیو پاکستان نے یہ خبر نشر کر دی ہے کہ وہ خاندانِ گوہر فشاں جو نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ تک اسلامی علوم و فنون کے انمول موتی صفحۂ قرطاس پر بکھیرتا اور لٹاتا رہا ۲ ستمبر کی شام کو یک بیک خاموش ہو گیا علم و فضل۔ عمل و کردار۔ اخلاق و شمائل کا وہ پیکرِ حسین جماعت کی ستر سالہ تاریخ کی آبرو تھا۔ جس کا نفس نفیس مکینِ دینِ احمدی کی معطر آمیز خوشبوؤں کا امین اور راز دان تھا۔ اچانک خاک لحد کی امانت بن گیا۔ احمدیت کی ایک متاعِ گراں مایہ لٹ گئی۔ ہاں جسے الہامِ الٰہی نے محبت بھرے انداز میں "نبیوں کا چاند" کہا وہ چاند چھپ گیا۔ اور احمدیت کے اس مایۂ ناز سپوت نے اس عالمِ آب و گل کو خیر باد کہہ کر عالمِ آخرت کی راہ لی۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

شاعر نے تو کہا ہے کہ سے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مگر میرے نزدیک تو آپ کا سا دیدہ ور چمن میں نرگس کے اپنی بے نوری پر ہزاروں سال رونے پر بھی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ علم و فضل، دقتِ نظر۔ وسعتِ معلومات اور قوتِ تحریر کے علاوہ اخلاق و شمائل اور پھر حضرت مسیح پاک کی مبشر اولاد ہونے کے لحاظ سے جو مقام آپ کو حاصل تھا وہ اب کس کو حاصل ہو سکتا ہے۔

خاکسار بغرضِ تعلیم ۱۹۲۸ء میں قادیان دارالامان آیا تو علم و فضل کے آسمان کا یہ چاند بدرِ کامل کی صورت میں قادیان میں چمک رہا تھا۔ بحیثیت ناظر تعلیم و تربیت آپ کے ساتھ تعلق ہوا۔ اور زمانہ طالب علمی میں ہی اس بزرگ ہستی کو قریب سے دیکھا تو حسن و کرم جود و سخا۔ تواضع و فروتنی۔ شفقت علی الخلق کمال خودداری و مروت۔ پابندی وضع، انکساری نظامِ سلسلہ کا احترام۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حد درجہ احترام آپ کی فطرت و طبیعت کے جواہر خصوصی دیکھے۔ آپ کی سیرت اور عظیم الشان اخلاق کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہی واقعات ہوں گے جنہیں ایک خصوصی نمبر کی صورت میں شائع کرنا چاہیئے۔ آج کی صحبت میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

مارچ ۱۹۴۸ء میں جلسہ لاہور میں شرکت کیلئے لاہور پہنچا۔ ۱۹۴۷ء کے واقعات کا اثر ابھی دونوں طرف تھا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے جب خاکسار کی ملاقات ہوئی تو مجھے فرمایا کہ آپ کو دہلی واپس جانا ہے۔ خاکسار نے سرِ تسلیم خم کیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کس رستہ سے جاؤ گے۔ خود ہی فرمایا کہ ریل کا رستہ تو اچھا نہیں اس لئے ہوائی جہاز سے جاؤ۔ حضور کے اس ارشاد پر میں نے فیصلہ کیا کہ نہ معلوم آئندہ دو نوں ملکوں کے کیا حالات ہوں اپنی اہلیہ کو بھی ہمراہ لے جانا مناسب ہو گا۔ بعض رشتہ داروں کو میرے اس فیصلہ سے تعجب ہوا۔ کیونکہ ان کے نزدیک حالات کا رُخ اچھا نہ تھا۔ لہٰذا مشورہ کے لئے حضرت قمر الانبیاء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اس معاملہ کے لئے حضرت صاحب سے مشورہ لے لینا چاہیئے۔ اور فرمایا چلئے میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں حضرت صاحب سے ملاقات کریں حضور سے ملاقات ہوئی تو حضور نے فرمایا۔

"جس خدا نے تمہاری حفاظت کی ہے وہ تمہاری اہلیہ کی بھی حفاظت کر سکتا ہے۔ آپ انہیں ساتھ لے جائیں۔"

ملاقات سے فراغت کے بعد حضرت قمر الانبیاء نے فرمایا:-

اب تو خدا تعالیٰ کے خلیفہ کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اسلئے اب کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ اب اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جاؤ اللہ تعالیٰ آپکی حفاظت کرے گا۔

۱۹۴۸ء کے جلسہ سالانہ میں احمدیوں کو قادیان جانے کے لئے خاکسار نے گورنمنٹ سے خط و کتابت کی۔ اور اس خط و کتابت کی نقول حضرت میاں صاحب کی خدمت میں ارسال کرتا تھا۔ جب گورنمنٹ نے اجازت دے دی۔ اور حفاظتی دستے کی بھی منظوری ہو گئی تو حضرت میاں صاحب کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ مبارکباد دی اور ساتھ ہی یہ تحریر فرمایا۔ اس امر کا خیال رکھیں کہ اس سفر میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو سلسلہ کے وقار کے خلاف ہو۔ اور سلسلہ کی روایات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

۱۹۵۳ء میں عزیزم مولوی نور الحق صاحب انور بسلسلہ تبلیغ امریکہ روانہ ہو رہے تھے۔ بعجلت ایکسپریس سے کہ دہلی تھی عزیز موصوف کراچی جا رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب بنفس نفیس اسٹیشن پر تشریف لائے اور دعا کے ساتھ عزیز موصوف کو رخصت فرمایا۔ ٹرین روانہ ہو گئی۔ خاکسار آپ کے پہلو میں کھڑا تھا۔ فرمایا۔ اس سعادت پر ور بازو نیست۔ دین کی خدمت کی توفیق مل جانا بھی بڑی سعادت ہے۔

۱۹۵۸ء کی گرمیوں میں خاکسار ربوہ گیا۔ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بعض اہم امور پیش کرنے تھے۔ آپ کی طبیعت اچھی نہ تھی مگر اطلاع ملنے پر مجھے بلا لیا۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا میری طبیعت اچھی نہیں لیکن آپ بھی بہت دور سے آئے تھے اور اہم کام کے لئے آئے تھے اس لئے آپ کا واپس جانا بھی مناسب نہ تھا۔ باوجود علالتِ طبع کے پون گھنٹہ تک مجھے وقت دیا۔ اور جملہ حالات سننے کے بعد مجھے ارشاد فرمایا کہ ایک اور دن رک جائیں۔ خاکسار نے دو دن مزید قیام کیا۔ سلسلہ کے کاموں کی طرف آپ کی توجہ کا یہ عالم تھا۔ کہ علالت طبع کے باوجود ان دو دنوں میں جملہ انتظامات فرما کر مجھے جمعہ کی نماز میں مسجد مبارک میں فرمایا کہ میں نے سب انتظامات کر دیئے ہیں۔ آپ اب واپس چلے جائیں۔

۱۹۵۹ء میں گورنمنٹ ہند کے ساتھ درویشانِ قادیان کی بعض فیملیوں کی پاکستان سے آمد کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی گورنمنٹ نے نہایت ہی قلیل وقفہ فیملیوں کے آنے کے لئے دیا۔ کیونکہ جلدی پاسپورٹ سسٹم ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جاری ہو رہا تھا۔ جب گورنمنٹ ہند کی وزارتِ داخلہ نے مجھے آرڈر دیئے تو معلوم ہوا کہ گورنمنٹ نے تعیین کر دی ہے کہ فلاں فلاں تک فیملیاں ہندوستان آ جائیں اور وہ مدت نہایت ہی قلیل تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ اس قلیل وقت میں فیملیوں کا سرحد پار کر کے ہندوستان آ جانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ گورنمنٹ سے آرڈر ملتے ہی ایک مفصل تار حضرت میاں صاحب کی خدمت میں روانہ کیا اور احتیاطاً مکرم شیخ بشیر احمد صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور کو ٹیلیفون پر تمام فیملیوں کی آمد سے متعلق اطلاع دی۔ حضرت میاں صاحب کی مستعدی و قابلیت کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس قلیل مدت میں آپ نے بیشتر فیملیوں کو ہندوستان روانہ فرما دیا حالانکہ یہ فیملیاں کسی ایک جگہ موجود نہ تھیں بلکہ مختلف مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں اور بعض تو ایسے دیہات میں تھیں جہاں سے جلد از جلد ان کو لاہور پہنچانا بھی بہت مشکل تھا۔

۱۹۶۲ء کی جولائی میں خاکسار ربوہ گیا ربوہ جب تک حضرت میاں صاحب سے ملاقات کئے بغیر تسکین نہیں ہوتی تھی حضور کی ملاقات کیلئے آپ کے دولت کدہ پر پہنچ گیا۔ میرے ہمراہ عزیزم مکرم عبدالقادر صاحب جیہ بھی تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ حضرت میاں صاحب کے ساتھ یادگار کے لئے فوٹو اتروا لیا جائے۔ ملاقات کے وقت فوٹو کے لئے درخواست کی گئی تو فرمایا کہ میں کوٹ پہن کر ابھی آتا ہوں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے موقع پر لباس کی وقار کو ملحوظ رکھتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد کوٹ زیبِ تن کئے۔ سر پر سفید عمامہ اور ہاتھ میں چھڑی لئے آہستہ آہستہ باہر تشریف لائے کیونکہ پاؤں میں کچھ تکلیف تھی۔ فوٹو کے بعد میٹھی باتوں سے حاضرین کو مسرور کیا۔ اور گرمی کو دور کرنے کے لئے سب کی ٹھنڈے شربت سے تواضع فرمائی۔

عاجز تقریباً ہر سال مع اہل و عیال قادیان اور ربوہ کے مبارک جلسوں میں شامل ہونے کی توفیق پا رہا ہے۔ جب سے حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ علیل ہیں تب سے حضرت قمر الانبیاء کا وجود جلسہ سالانہ کی زینت کو دوبالا کرنے کا موجب رہا۔

۱۹۶۱ء کے جلسہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے وصال پر جبکہ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل زخمی تھا آپ نے اپنی زریں نصائح کے ذریعہ جماعت کے زخمی قلوب پر مرہم کا پھایا رکھا اور آپ کا وجود بے حد تسکین کا موجب ہوا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی علالت میں آپ نے

جس حسن اور خوبی کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو نبھایا جو حضور کی طرف سے آپ کے سپرد کی جاتی تھیں وہ آپ ہی کا حصہ تھا اور اس وقت جبکہ جلسہ سالانہ کی اسٹیج حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی عدم موجودگی کی وجہ سے بے رونق سی نظر آتی تھی تو حضرت قمر الانبیاء کی آمد سے وہ اسٹیج بارونق ہو جاتی تھی۔ اور آپ کی زیارت سے عشاق کے دل تسکین حاصل کرتے تھے۔

۱۹۶۲ء کے جلسہ سالانہ کے آخری دن کے آخری اجلاس کا منظر مجھے نہیں بھول سکتا جبکہ پروگرام کے مطابق قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا "ذکر حبیب" ایسے اہم موضوع پر لیکچر تھا۔ اجلاس شروع ہوا۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ قرآن پاک کی تلاوت ہوئی۔ لوگوں کی نگاہیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو دیکھنے کے لئے بار بار اٹھ رہی تھیں۔ اعلان ہوا کہ حضرت میاں صاحب کی طبیعت علیل ہے۔ حضور کا تحریر فرمودہ مضمون جماعت کے جید عالم مولانا جلال الدین صاحب شمس سنائیں گے۔ قلوب میں ایک افسردگی اور چہروں پر پژمردگی سی پیدا ہو گئی۔ یوں معلوم ہوا کہ برات بغیر دولہا کے پہنچی ہے۔ محترم شمس صاحب نے مضمون سنانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر ہی میں حضرت میاں صاحب کی آمد آمد کی خبر ہوئی۔ آپ بڑی سنجیدگی اور وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ سٹیج پر پہنچے۔ دل کی تکلیف کی وجہ سے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ آپ کی آمد کیا تھی افسردہ دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پژمردہ چہرے کھل گئے گویا برات کا دولہا ان کے درمیان آ گیا۔

محترم شمس صاحب آپ کی آمد پر ایک منٹ رکے اور پھر آپ کا مضمون سنانا شروع کر دیا۔ شمس صاحب کی آواز میں بھی اس دن خاص تاثیر تھی اور پھر مضمون بھی نہایت ہی مؤثر، کیوں نہ ہوتا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر نے ذکر حبیب کے موضوع پر خود قلم اٹھایا تھا۔ دوسری طرف میں نے دیکھا کہ ہر نگاہ آپ کے مبارک، پروقار اور پرنور چہرہ پر جمی ہوئی تھی۔ محترم شمس صاحب نے مضمون ختم کیا۔ حضور نے مختصر اختتامی خطاب فرمایا اور ایک لمبی پرسوز دعا کے بعد حاضرین کو محبت بھرا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے الوداع فرمایا۔ عشاق کا جمگھٹ آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ آپ آہستہ آہستہ احباب سے ملتے ملتے اسٹیج سے باہر تشریف لائے۔ موٹر میں سوار ہوئے۔ موٹر کے چاروں طرف احباب مصافحہ کے لئے کھڑے تھے موٹر روانہ ہوئی اور عشاق کی نظریں دور تک آپ کی موٹر کا پیچھا کر رہی تھیں

جلسہ سالانہ کے چند روز بعد خاکسار نے واپسی کا پروگرام بنایا۔ حصول اجازت کی غرض سے در دولت پر حاضر ہوا۔ طبیعت بدستور خراب تھی۔ اسلئے آپ بستر علالت پر تھے لیکن اندر بلا لیا بہت دیر تک شفقت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ میری اہلیہ کی بیماری اور علاج کے سلسلہ میں بعض مفید مشورے دیئے۔ کلکتہ کے حالات دریافت فرمائے۔ ربوہ اور ہندوستان کی بعض شہری جماعتوں کے حالات بیان فرمائے۔ اور بالآخر بہت ہی محبت کے ساتھ رخصت کیا۔

کسے خبر تھی کہ اس مقدس و مطہر وجود کے ساتھ یہ آخری ملاقات ہے۔ جلسہ سالانہ پھر قریب آ رہا ہے۔ اور جلسہ سالانہ کے مناظر آنکھوں کے سامنے ہیں۔ دل غمگین ہے کہ امسال جلسے پر اس مشفق وجود کے ساتھ ملاقات نہ ہو سکے گی۔ معاً دل میں ایک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے

بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانئے کیا یاد آیا

جماعت کے لئے آپ کا وصال ایک بہت بڑا دھکا اور بھاری زلزلہ ہے۔ بیشک آپ کے ہجر میں ہر آنکھ نمناک ہے اور ہر دل مغموم ہے۔ مگر ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری دستگیری فرمائے اور اس کی حکمت کاملہ کے ماتحت جو یہ بھاری نقصان ہوا ہے۔ اپنے فضل سے اس کی تلافی فرمادے۔ اور حضرت میاں صاحب موصوف کی مبارک و مطہر روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرما دے۔

آمین ثم آمین۔

خاکسار غمزدہ

بشیر احمد انچارج مبلغ و امیر جماعت احمدیہ کلکتہ۔

درخواست دعا

خاکسار ۲۷/۲۸ سال سے چار پانچ دردناک امراض میں مبتلا ہے حالت ناگفتہ بہ ہے نیز خاکسار کی اہلیہ مسماۃ شمس ربی صاحبہ کو بھی عرصہ دراز سے متعدد تکلیف دہ بیماریاں لاحق ہیں۔ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام و بزرگان سلسلہ، برادران درویش ان صاحبان کی خدمات میں عاجزانہ و مؤدبانہ گزارش ہے کہ بنگاہ کرم ہماری روحانی و جسمانی شفاء عاجلہ و صحت کاملہ کے لئے بار بار درد دل سے دعا فرمائیں۔

خاکسار سید مشتاق احمد سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ سمبل پور (اڑیسہ)

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی جاری فرمودہ

مبارک تحریک

"وقفِ جدید"

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ انچارج وقف جدید قادیان

تبلیغ و اشاعت اسلام کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود نے تحریک جدید کے بعد وقفِ جدید کی مبارک تحریک کا اجراء چھ سال قبل فرمایا۔ اور اس تحریک کا یہ چھٹا سال ہے ہندوستان میں اس تحریک کا کام بطور انچارج میرے سپرد ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ آمدہ چندوں سے تبلیغ کی توسیع کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس وقت اس تحریک کے ماتحت چھ معلمین کام کر رہے ہیں۔ دو مکتب جاری ہیں کہ جن کا نتیجہ بہت امید افزا نکلا ہے۔ ان معلمین کے ذریعہ اس وقت تک قریباً ساڑھے تین صد بیعتیں ہو چکی ہیں۔ اور ہندوستان میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی موجودہ ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے توسیع تبلیغ کی صورت صرف اسی تحریک کے ذریعہ نظر آتی ہے۔ اس تحریک کے بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعض ارشادات بغرض یاد دہانی پیش ہیں۔ تاکہ اس تحریک کی اہمیت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ سے ہی احباب کو معلوم ہو جائے حضور نے فرمایا کہ

۱۔ "یہ تحریک خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں۔ میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے۔

خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتوں کو آسمان سے اتارے گا۔"

۲۔ "میرے لئے یہ امر خوشی کا باعث ہے کہ کچھ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بیداری سے کام لے رہی ہے۔ مگر کام کی اہمیت اور اس کی وسعت کو دیکھتے ہوئے ابھی آپ لوگوں کو قربانیوں کا معیار اور بھی بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دیہاتی جماعتوں کی تربیت لاکھوں روپے خرچ کی متقاضی ہے۔ پس میں افراد جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس بارے میں دعاؤں سے کام لیں۔ اور زیادہ سے زیادہ مالی قربانیاں پیش کریں تاکہ صحیح اسلامی تعلیم سے لوگوں کو روشناس کیا جا سکے۔"

۳۔ "میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں اس غفلت کا ازالہ کرنا چاہیئے نہ صرف اپنے وعدوں کو پورا کرنا چاہیئے بلکہ انہیں کوشش کرنی چاہیئے کہ جماعتوں کی طرف سے نئے سال (وقفِ جدید) کے وعدے گزشتہ سال سے اضافہ کے ساتھ پیش ہوں۔ کیونکہ جب تک وقف جدید کی مالی حالت مضبوط نہ ہو گی ہم معلمین کی تعداد بڑھا نہیں سکتے۔"

۴۔ "وقف جدید کو مضبوط کرو۔ ہمت کرو خدا برکت دے گا۔ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پھیلا دو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے یہی بتایا تھا کہ میرے زمانہ میں احمدیت پھیلے گی۔ وقف جدید کا کام پھیل رہا ہے۔ چندہ ضرورت سے کم ہے۔"

اس کے بعد اواخر اگست ۱۹۶۳ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب کرام کو اس طرف پھر توجہ دلا کر فرمایا کہ

"یہ تحریک بہت مبارک ہے اس لئے سب دوستوں کو اس میں حصہ لینا چاہیئے جن دوستوں نے وعدے کئے ہیں وہ ادا کریں اور جنہوں نے تا حال حصہ نہیں لیا وہ حصہ لیں کہ خدا کی رحمت اور اس کے فضل کے وارث ہوں۔" (الفضل ۲۸/۸/۶۳)

ہمارا ملک بڑا وسیع ہے لیکن اسلام و احمدیت کی تبلیغ و ترقی کے لئے ہماری مساعی ناقابل ذکر ہیں۔ بے شک احباب جماعت پر دیگر چندہ جات کا بوجھ ہے۔ اور وہ مسلسل قربانی کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی یہ مخلصانہ جدوجہد رائیگاں نہیں جائیگی بلکہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے خاص اور متواتر تائید و نصرت ان کے شامل حال رہے گی۔

پس میں احباب جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کار ثواب میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اور کوئی فرد ایسا نہ رہے کہ جو اس میں شامل نہ ہو۔ اس کا چندہ صرف چھ روپے سالانہ ہے۔ دو تین افراد بھی مل کر شامل ہو سکتے ہیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

(بقیہ صفحہ ۱) اس کے تعلیمی، تبلیغی و تربیتی فوائد بہت زیادہ اور دور رس ہیں۔ جلد سے جلد ملک کی وسعت تقاضا کرتی ہے کہ سب احباب اس میں شامل ہو کر زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر ملک کے ہر علاقہ میں معلمین مہیا کرنے اور اس کا نظام وسیع کرنے میں مدد دیں۔ اس وقت اس چھٹے سال کی تین سہ ماہیاں گذر چکی ہیں لیکن وعدہ جات کی میزان اور چندہ جات کی آمد بہت کم ہے۔

برادران جماعت! یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اس نے کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔ اس لئے یہ ہو کر رہے گا۔ ہاں ہم سے یہ سوال ضرور ہو گا کہ ہم نے

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

پر کہاں تک عمل کیا ہے۔ ورنہ سے

ہمت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اس لئے ہمارا فرض ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اس بابرکت تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والوں میں سے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار
مرزا وسیم احمد انچارج وقف جدید قادیان

بہشتی مقبرہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں دعا کرتا ہوں کہ اس میں خدا تعالیٰ برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔......"

"پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقعہ تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یا رب العٰلمین۔"

"میں پھر تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم۔ اے خدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے۔"

مرسلہ سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

وصیت

وصیت منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہے تاکہ اگر کسی جہت سے وصیت کنندہ کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ کو اطلاع دیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

منکہ ملک عبد الکریم ولد ملک غلام محمد صاحب قوم ملک پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن آسنور ڈاکخانہ کلگام تحصیل کولگام ضلع اسلام آباد صوبہ کشمیر۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶۲-۸-۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے:-

(۱) مکان سکونتی خام واقعہ آسنور جس میں ہم تین بھائی شریک ہیں۔ میرا ۱/۳ حصہ ہے جس کی قیمت ۳۰۰/- تین صد روپے بنتی ہے۔ مکان کا حدود اربعہ یہ ہے:- مغرب مکان ملک غلام رسول صاحب اور مشرق گلی۔ جنوب مکان ملک عبد الستار صاحب۔ شمال سڑک

(۲) زرعی زمین خشکی (آبی) چھ کنال جو میری ذاتی ملکیت ہے۔ جس کی قیمت موجودہ ۲۰۰/- دو صد روپیہ ہے۔ یہ زمین بھی آسنور میں واقع ہے۔ اس زمین میں سیب کا باغ ہے

میں اس مذکورہ بالا جائیداد قیمتی ۵۰۰/- روپیہ پانچ صد روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب کرتا ہوں۔ بلکہ میں اپنا حصہ جائیداد پچاس روپیہ نقد ادا کر رہا ہوں۔ مذکورہ زرعی زمین باغ کی جو آمد ہو گی اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔ میں اس وقت مسجد احمدیہ کلکتہ کے نگران کے طور پر ملازم ہوں۔ اور مجھے پچاس روپیہ ماہانہ تنخواہ ملتی ہے جس کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات کے وقت میری جو جائیداد ثابت ہو گی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ تحریر ۶۲-۸-۴

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات!

۱۔ احباب جماعت کے نام — اضافہ چندہ جات کے لئے

"اپنے چندوں کو بڑھاؤ۔ اور خدا کی رحمت کو کھینچو۔ کیونکہ جب تم چندہ دو گے اس سے ہزاروں گنے تمہیں ملے گا۔ اور دنیا کی ساری دولت کھینچ کر تمہارے قدموں میں ڈال دی جائے گی جس کے متعلق تمہارا فرض ہو گا کہ سلسلہ احمدیہ کے لئے خرچ کرو تاکہ دنیا کے چپہ چپہ پر مبلغ بھیجے جا سکیں اور ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے۔ اور دنیا کی ساری حکومتیں اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپ کو یہ بات بڑی معلوم ہوتی ہو گی مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی نہیں۔"

۲۔ عہدیداران جماعت کے نام — بقایاداران اور ادنیٰ شرح افراد کی اصلاح کیلئے

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی کمی کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں ان کی غفلت بھی سلسلہ کے لئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے۔ پس میں تمام امراء اور سیکرٹریان جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے سلسلہ میں نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ واری سمجھنی چاہیئے تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں۔" مزید فرمایا

"میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات زیادہ ہیں یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔"

۳۔ ادائیگی چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق

"چندہ جات جلسہ سالانہ شروع سال میں ہی ادا کرنا چاہیئے تاکہ جلسہ سالانہ کے لئے اجناس و دیگر سامان بروقت خرید لیا جائے۔"

۴۔ زکوٰۃ کے متعلق

"تیسری چیز جس پر خصوصیت سے اسلام نے زور دیا ہے اور جس کی طرف بار بار قرآن کریم میں توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ بے شک کماؤ مگر جو کچھ کماؤ اس پر زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اگر کوئی شخص باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا محض دنیا کی خاطر کما رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا شوق اس کے دل میں نہیں ہے۔ اگر واقعہ میں اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کو جذب کرنے کا احساس ہوتا اور اگر وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہوتا تو اس کا فرض تھا کہ وہ اپنے مال میں سے خدا تعالیٰ کا حق ادا کرتا اور پوری دیانتداری کے ساتھ کرتا۔ لیکن جب وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا تابع ہے خدا تعالیٰ کے احکام کے تابع نہیں۔"

احباب جماعت و عہدیداران کرام اپنے نام اپنے پیارے امام کے ارشادات پڑھیں۔ بس اور ان کی تعمیل میں اپنی ذاتی اور خاندانی مشکلات کے مقابل پر سلسلہ کی مشکلات کو مقدم رکھتے ہوئے ایثار و قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے ممنون فرماویں۔ جملہ امراء، صدر صاحبان، مبلغین کرام، سیکرٹریان مال اور احباب جماعت کی خدمت میں اس بارے میں خاص تعاون و کوشش کی درخواست ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ جات کے پورا ہونے میں ہمارا ہاتھ بھی ہو اور ہم حسنات دارین کے وارث بن سکیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سے

ہمت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو حضور کے ارشادات پر لبیک کہتے ہوئے فرض شناسی اور عملی تعاون کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

العبد ملک عبد الکریم موصی مذکور۔ گواہ شد فیض احمد گجراتی درویش قادیان حال کلکتہ بقلم خود ۶۲-۸-۴۔ گواہ شد مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ کلکتہ ۶۲-۸-۴

خبریں

نئی دہلی ۲۳ ستمبر۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے ایسے ترقیاتی پلان مرتب کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے جن سے ملک کے بہت سے لوگوں کو فوری طور پر فائدہ پہنچے آپ نے کھادی بھاگ سے منسلک ... بڑے بڑے پراجیکٹ بنانا ضروری ہے۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ ایسی سکیموں کی بھی ضرورت ہے جن سے لوگوں کو براہ راست فائدہ پہنچے۔ کچھ وقت لگے گا لیکن محض ان پر انحصار رکھنے کا مطلب لاکھوں عوام سے یہ کہنا ہوگا کہ بڑی سکیموں کا فائدہ ان کی آنے والی نسلوں کو ہی پہنچ سکے گا۔ یہ بات بڑی نامناسب ہوگی۔ بڑی صنعتوں کے ساتھ ساتھ چھوٹی صنعتوں کو بھی فروغ ملنا چاہیئے۔ جن سے لوگوں کو فوری طور پر فائدہ پہنچے۔ میں بڑے بڑے پلانٹ پسند کرتا ہوں۔ یہ ملک کی منصوبہ بند ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن ہم اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے کہ ابھی تک ملک میں ایسے علاقے موجود ہیں۔ جن میں پینے کا پانی صاف میسر نہیں آتا چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کو فروغ دینے سے بہت سے لوگوں کو روزگار ملے گا۔ اس طرح پیداوار میں بھی بھاری اضافہ ہوگا۔ جب مہاتما گاندھی چرخہ چلانے کا اپدیش دیتے تھے تو اُن کے سامنے یہی مسئلہ ہوا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ گاؤں کے ہر گھر میں صنعت جاری کی جائے۔ اگرچہ میں خود شہر میں رہتا ہوں۔ لیکن میرے دل و دماغ میں شہر سے زیادہ خیال دیہات کا رہتا ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ دیہاتیوں کو زندگی کی بنیادی سہولتیں کیسے دی جائیں۔ اور ان کا معیارِ زندگی کیسے بلند کیا جائے۔ دیہات کا بنیادی مسئلہ دیہات کی ترقی کا ہے۔ میں شہروں کی ایسی ترقی نہیں چاہتا جس سے دیہات کے روشن دماغ آدمی شہروں میں منتقل ہو جائیں اور نئے مسائل کھڑے ہو جائیں۔ ہم پسماندہ اور شیڈولڈ جاتیوں کو رعائتیں دینے کی بات کرتے ہیں۔ ان کی امداد کی جانی چاہیئے۔ لیکن اگر آپ اقتصادی نقطۂ نگاہ سے دیکھیں تو ملک کی ۹۰ فیصدی آبادی پسماندہ ہے۔

جالندھر ۲۳ ستمبر۔ نئے وزیر خزانہ شری ٹی ٹی کرشنماچاری نے گولڈ کنٹرول آرڈر میں اس ترمیم کا اعلان کیا ہے کہ پرانے زیورات کو ڈھال کر اگر کوئی نئے زیورات بنانا چاہے تو اُن پر ۱۴ کیرٹ کی پابندی عائد نہ ہوگی۔ نیز سونارکاروں کی لائسنس فیس میں بھی کمی کر دی جائے گی۔ ان ترامیم سے سونارکاروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ کیونکہ اُن کا کاروبار پھر سے چمک اُٹھے گا۔ گورنمنٹ کے اس اعلان کے بعد ۱۴ کیرٹ سونے کے زیورات کی مانگ کافی کم ہو جائے گی۔ اس طرح صرافوں کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ کیونکہ گذشتہ سات آٹھ ماہ میں خالص سونے کے زیورات بنانے کی قانونی طور پر اجازت نہیں تھی۔ اور صرافوں نے اپنے پرانے زیورات کو ڈھال کر ۱۴ کیرٹ کا مال تیار کر لیا تھا۔ نئے اعلان کے بعد بہت کم لوگ خالص سونے کے زیورات کی بجائے ۱۴ کیرٹ کے زیورات خریدنا پسند کریں گے۔ اس لئے صرافوں کو نقصان پہنچے گا۔ لیکن سونارکار خوش ہیں۔

لاہور ۲۳ ستمبر۔ سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ پاکستان سرکار نے ایک ہزار سکھ یاتریوں کو ننکانہ صاحب کی یاترا کی اجازت دینے کے متعلق بھارت سرکار کی درخواست منظور کر لی ہے۔ ۹ نومبر میں شری گورو نانک دیو جی کے جنم دن پر ننکانہ صاحب جائیں گے۔

چنڈی گڑھ ۲۳ ستمبر۔ آج پنجاب کونسل نے آیورویدک و یونانی پریکٹیشنرز بل پاس کر دیا اس کا مقصد آیورویدک و یونانی طب کی پریکٹس کی قاعدہ بندی کرنا ہے۔

تمام وہ اصحاب جو یکم اگست ۱۹۶۳ء کو یونانی و آیورویدک پریکٹیشنرز کے طور پر پریکٹس کرنے کے لئے رجسٹریشن کرائیں گے۔ اور ایسے اصحاب کو یہ ثبوت دینے کی ضرورت نہ ہوگی کہ وہ اس تاریخ سے پہلے کسی معین مدت تک پریکٹس کرتے رہے ہیں۔ رجسٹریشن کا یہ موقعہ مہیا کرنے کے بعد کوئی بھی غیر رجسٹرڈ پریکٹیشنر پریکٹس نہ کر سکے گا۔ بل کی رو سے ان تمام اصحاب کو جو کسی آیورویدک یا یونانی کالج کے سند یافتہ نہیں ہیں ایک سال کا موقعہ دیا جائے گا کہ وہ رجسٹریشن کرائیں اُن کے لئے یہ رجسٹریشن کا آخری موقعہ ہوگا

چنڈی گڑھ ۲۳ ستمبر۔ سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ پنجاب سرکار نے رضائیوں پر سیلز ٹیکس ۲ فیصدی سے کم کر کے ایک فیصدہ کر دیا ہے۔ رضائیوں پر ٹیکس میں رعایت اس لئے دی گئی ہے کیونکہ یہ غریبوں کی ضروری اشیاء ہیں۔

ماسکو ۲۱ ستمبر۔ اخبار کے نمائندوں کے سامنے مظاہرہ کرتے ہوئے روسی سرجنوں نے ایک کتے کو ہلاک کیا اور اس کے بعد اسے پھر زندہ کر دکھایا۔ دوبارہ جلانے کی اس تکنیک کا تجربہ روسی ڈاکٹر گذشتہ تین ہزار افراد پر اب تک کر چکے ہیں۔ یہ تجربہ کتے کی ایک نسل ماسکو ... کے نوجوان ... سائنس اکاڈمی میں کیا گیا۔ تین نرسوں اور دو نوجوان سرجنوں نے کتے کے جسم سے ۲ لیٹر خون نکال لیا اور صرف ۲ لیٹر خون جسم میں باقی رہنے دیا۔ ساڑھے سات منٹ میں کتے کی موت واقع ہوتے ہی شیشے کی تین نلکیوں میں خون بھر کر کتے کے جسم میں داخل کیا جانے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے کتا پھر اُٹھا لیکن ابھی تک دل کی حرکت کمزور تھی۔ چنانچہ ساڑھے چار ہزار وولٹ بجلی کی ایک لہر اس کے دل پر دوڑائی گئی۔ اخباری نمائندوں نے دیکھا کہ کتے کے دل کی حرکت معمول پر آ گئی ہے۔

ضروری اعلان

جملہ عہدیداران احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ قبل کیرالہ کے بعض عہدیداران کی طرف سے مرکزی قواعد کی لاعلمی کی بنا پر اپنے صوبہ میں پریس کے قیام کے لئے جماعتوں سے چندہ کی تحریک شروع کی گئی تھی۔ بعد میں ان کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ قادیان میں یہ درخواست پیش کی گئی کہ وہاں کے پریس کی ضرورت کے پیش نظر انہیں ایسا چندہ جمع کرنے کی اجازت دی جائے۔

کیونکہ ابھی ریزرو ڈیویلپمنٹ فنڈ کی مرکزی تحریک قابلِ تکمیل ہے۔ اور چندہ تعمیر مدرسہ احمدیہ قادیان کے لئے بھی مطلوبہ رقم کا انتظام ہونا باقی ہے۔ نیز حال ہی میں احمدیہ ایریا کے مکانات کی قیمت کے طور پر سوا دو لاکھ روپیہ کی رقم وزارت بحالیات کو ادا کی جانی ہے۔ جس کے لئے ہندوستان کے احمدی احباب اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ذرائع فی الحال متحمل نہیں ہیں۔

لہٰذا امور مندرجہ بالا حالات میں صدر انجمن احمدیہ قادیان نے مرکز کی ناگزیر ضروریات کے پیشِ نظر یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ کیرالہ پریس کی تحریک کے لئے چندہ کی تحریک کی فی الحال اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اس لئے جملہ احباب کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ اس فیصلہ کی اطلاع صدر پریس کمیٹی کیرالہ اور جماعت کے دیگر عہدیداران اور مبلغین انچارج کو بھجوائی جا چکی ہے۔

نظارت بیت المال قادیان

علامہ نیاز فتحپوری کے تاثرات

(بقیہ صفحہ اول)

نوجوانوں کے درد و دکھ میں شریک ہوتے۔ اور ان کی یہ گرانقدر خدمات وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہیں۔

اب سے شاید دو تین سال قبل کی بات ہے۔ جب نفضل عمر ہسپتال کی عمارت دیکھنے کا موقع مجھے ملا تھا اور یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا۔ جب مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ تعمیر محض یہاں کے احمدی نوجوانوں کے ہاتھوں ظہور میں آئی ہے تو معًا میرا ذہن قادیان کے اُس مجاہد ... کی طرف منتقل ہوا جس کے فیضان ... ایثار و قربانی اور سعی و عمل کا یہ جذبہ اپنے متبعین میں پیدا کیا۔ اور اس تحریک جاریہ کی تشکیل کے لئے اتنے جانثار و فدائی پیدا کر دیئے۔

پھر میں یہاں سے چلا گیا لیکن اس کا اتنا گہرا اثر دل پر رہ گیا کہ اس کے بعد جب کبھی کسی نے احمدی تحریک کا ذکر چھیڑا تو میں نے اس کی قوتِ عمل کے ثبوت میں ہمیشہ اپنے اس نئے تجربہ کو پیش کیا۔

جب سال گذشتہ میں یہاں آیا اور مستقل قیام کے ارادے سے آیا۔ تو بارہا نفضل عمر ہسپتال دیکھنے کا خیال دل میں پیدا ہوا اور بے اختیار جی چاہا۔ کہ وہاں جاؤں اور دیکھوں کہ وہ کتنی ترقی کر چکا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس کا موقعہ نہ ملا۔ پھر اس کو حسن اتفاق کہیئے یا میری خوش قسمتی کہ ایک ہفتہ قبل بعض احمدی احباب میرے پاس آئے۔ اور یہ خوشخبری سنائی کہ ہسپتال سے ملحق لائبریری کی وہ عمارت جس کی بنیاد ہسپتال کی عمارت کے ساتھ ہی پڑ چکی تھی۔ اب مکمل ہو گئی ہے۔ اور اسی کے افتتاح کا فخر مجھے بخشا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس وقت میری حاضری کا مقصود صرف اسی ارشاد کی تعمیل ہے۔ اور میں انتہائی جذبۂ مسرت کے ساتھ اس کا افتتاح کرتا ہوں۔

بسم اللہ مجرىها و مرسٰها ان ربی لغفور رحیم ۔

درخواست دعا

عاجزہ کی بھابی عزیزہ ... ایک عرصہ سے مختلف عوارض میں مبتلا چلی آ رہی ہے۔ کمزوری سخت ہے اور حالت تشویشناک ہے۔ احباب جماعت اور درویشان قادیان سے درخواست ہے کہ اس کی شفایابی کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔
عاجزہ خورشید بیگم جمشید پور